شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ، فروری ۱۹۹۴ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

محمد رسول اللہ کے اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں۔ (سورۃ فتح پ ۲۶، ع ۱۲)

حضرت شاہ عبدالقادر رائیپوری اور احرار

جماعت احرار کا نام آفتاب نصف النہار کی طرح تاریخ انسانی میں درخشاں اور تابندہ رہے گا۔ کیونکہ احرار نے مخلصانہ مردانہ ہمت سے ملک کو آزادی اور برطانوی سامراج سے نجات دلانے کیلئے جو بے مثل قربانیاں کی ہیں۔ وہ ملک کی بڑی سے بڑی جماعت نے نہیں کیں۔ نہ تختہ دار کی پروا کی اور نہ قید و بند کی، بلکہ قید و بند تو اس جماعت کا مشغلہ تھا۔ دین کی محبت اور ملک کا استخلاص ان کی فطرت میں خالق کون و مکاں نے ودیعت کیا ہوا تھا۔ ہنستے مسکراتے فرنگی کے دور میں جیل خانوں میں رہنا یہ اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ اور عقبیٰ کے لئے نجات، بقول میرے روحانی پیشوا حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ کے:

ایک دن لاہور میں ان کی صحبت میں موجود تھا کہ ضیغم احرار، بطل حریت، پیکر شجاعت جناب شیخ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے کچھ جماعتی احباب حضرت موصوف کی ملاقات کیلئے حاضر ہوئے۔ تو حضرت اپنی نشست سے ان کے استقبال اور ملاقات کیلئے کھڑے ہو گئے اور معانقہ سے مشرف فرماتے ہوئے اپنے حلقہ کے موجودہ احباب کو ارشاد فرمایا کہ:

"آپ حیران ہوں گے کہ میرے ہاں بڑے سے بڑا بزرگ یا جو سیاسی آدمی آئے تو میں ان کا اسطرح استقبال نہیں کرتا۔ میں ان لوگوں کیلئے مجبور ہوں کہ انتہائی عزت و احترام سے پیش آؤں۔ کیونکہ موجودہ وقت میں یہ لوگ صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔

صحابہ عظامؓ جان و مال ------ دین کی بقاء کیلئے پیش کر دیتے تھے اور یہ لوگ بھی بے دریغ برطانوی سامراج کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے ہیں، نہ پھانسی کے تختے کا خوف نہ قید و بند کا ڈر، نہ اہل و عیال کی فکر، تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ یہ کام کرتے ہوئے قلبی مسرت حاصل کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ کر سبقت حاصل کرنے میں کوشاں ہیں اور

والسابقون الاولون---- الخ

کی آیت کے اس دور میں مصداق بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے ان کی بے مثال اور لازوال قربانیوں کے سامنے شرمندگی ہوتی ہے کہ جو کام مجھے اور وقت کے پیشوا اور خلفاء کو کرنا چاہئیے تھا وہ کام یہ لوگ کر رہے ہیں۔"

مولانا عبدالرحمن میانوی

(۸ جنوری ۱۹۷۰ء) (منقول پندرہ روزہ "الاحرار" لاہور ص ۷-۸- ۱۵ فروری ۱۹۷۰)

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ فروری ۱۹۹۴ء جلد ۵ شمارہ ۲ قیمت فی پرچہ ۱۰/ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ

مجلس ادارت

رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رُفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہٗ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ

ذوالکفل بخاری ۔ قمر الحسنین

خادم حسین ۔ ابو سفیان تائب

محمد عمر فاروق ۔ عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ۱۰۰/ روپے بیرون ملک ۱۰۰۰/ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان ۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظ ختم نبوۃ (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اِداریہ :	دِل کی بات	مُدیر	۳
مقالہ خصوصی :	آزادی کی تحریکیں	سیّد عطاء المحسن بخاری	۵
تحقیق و تنقید :	مولانا ابوالکلام آزادؒ پر تہمت کی حقیقت	محمد سعید الرحمٰن علوی	۲۱
دین و دانش :	کیا احادیثِ نبویؐ میں جھوٹ کی آمیزش ممکن ہے ؟	پروفیسر سیّد شمس الدین علوی	۲۹
شاعری :	منقبت : ببارگاہِ سیّدنا ابوبکر صدیقؓ	پروفیسر خالد شبیر احمد	۳۳
	نظم : باپ الاؤ	سید ابو معاویہ ابوذر بخاری	۳۴
	غزل : نظم	پروفیسر عابد صدیق ، پروفیسر اکرام تائب ۔	۳۵
ترجیعہ :	مسافرینِ آخرت	اِدارہ	۳۶
حُسنِ اِنتخاب :	مقبوضہ کشمیر میں گینگ آپریشن کا منصوبہ اور قادیانی اُجرتی قاتل ،	شہریار صدیقی	۳۸
کہانی :	سُرخ جوڑا	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	۳۹
بازگشت :	کبھی اے نوجواں مُسلم ۔۔۔	فرینہ غزل	۴۱
طنز و مزاح :	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	۴۴
چمن چمن اُجالا :	تلہ گنگ ، حاصل پور اور صادق آباد میں اجتماعات سے اکابرِ احرار کا خطاب	نمائندگان	۴۶
حُسنِ انتقاد :	تبصرۂ کتب	سیّد محمد ذوالکفل بخاری	۵۱

دل کی بات

جماعت اسلامی کے مستعفی امیر قاضی حسین احمد صاحب نے گزشتہ دنوں اپنے ایک بیان میں اس خدشہ کا اظہار فرمایا کہ "بے نظیر کشمیر کے مسئلہ پر کہیں یاسر عرفات ثابت نہ ہوں۔"

قاضی صاحب کا خدشہ کہاں تک درست ہے اور کس حد تک غلط ہے اس کا فیصلہ تو مستقبل میں ظاہر ہونے والے نتائج ہی کریں گے۔ مگر اس وقت تحریک آزادی کشمیر جس نہج پر جا رہی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فیصلہ کی گھڑیاں قریب سے قریب تر ہو رہی ہیں۔ ایک ... مجاہدین نے تحریک میں شدت اور طاقت پیدا کر کے اپنے لہو سے کشمیر کے سبزہ زار کو سرخ کر دیا ہے تو دوسری طرف عالمی کفریہ طاقتیں بھی سازشوں کا جال بچھانے میں ہمہ تن مصروف ہیں اخباری معلومات، قرائن اور تاریخی شہادتوں سے یہ بات کھل کر سامنے آ رہی ہے کہ امریکہ پاکستان سے پہلے خود کشمیر میں "یاسر عرفات" پیدا کرنے اور اسے پروان چڑھانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ جس طرح آزادی فلسطین کی تحریک کو سبوتاژ کیا گیا بعینہ وہی مکروہ عمل کشمیر میں بھی دہرایا جا رہا ہے۔ یاسر عرفات کو فلسطین کا ہیرو بنا کر جنگ آزادی کی فعال، مخلص اور چوٹی کی قیادت کو ایک ایک کر کے منظر سے ہٹا دیا گیا اور ان کی شہادت کے بعد یاسر عرفات کو تنہا کر کے اپنے تمام فیصلے من و عن تسلیم کرا لئے گئے۔ یہی آموختہ نہ صرف کشمیر میں بلکہ تمام آزادی پسند اسلامی ممالک میں دہرایا جا رہا ہے۔

مصدقہ اطلاعات کے مطابق کشمیر کی تحریک کو طول دیکر تمام فعال اور مخلص قیادت کو ختم کیا جا رہا ہے۔ کشمیری رہنماؤں کو چن چن کر شہید کیا جا رہا ہے۔ تاکہ میدان صاف ہونے کے بعد امریکہ کھل کر اپنی من مانی کر سکے۔ وہ کسی بھی ایسے رہنما کو زندہ نہیں دیکھنا چاہتا جو مستقبل میں امریکہ کیلئے کسی بھی قسم کی مزاحمت کھڑی کر سکتا ہو۔

قادیانی ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے غدار رہے ہیں۔ اور ففتھ کالم کا کردار ادا کیا ہے وہ نہ صرف کفار و مشرکین کا خود کاشتہ پودا ہیں بلکہ انہی کی آغوش میں پل کر جوان ہوئے ہیں اور ہمیشہ انہی کا حق نمک ادا کیا ہے۔ ۱۹۳۱ء کی تحریک کشمیر میں وہ حضرت علامہ اقبال اور مجلس احرار سے زک اٹھا چکے ہیں اور اب تک انہی زخموں کو چاٹ رہے ہیں۔ کشمیر کی موجودہ صورت حال ان کیلئے سنہری موقع تھا سو انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا اور امریکہ سے کروڑوں روپے بطور اجرتی قاتل وصول کر کے کشمیری رہنماؤں کو چن چن کر قتل کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ خود مختار کشمیر کا نعرہ بھی امریکی سرپرستی میں طاقت پکڑ رہا ہے۔ جس کی حمایت امریکہ خود کشمیر ہی سے ہی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ادھر خارجی محاذ پر افغانستان میں خانہ جنگی کرا کر کشمیری مجاہدین کی اخلاقی فکری اور فوجی امداد کی ترسیل روک دی گئی ہے۔ خالصتان کی تحریک کی حمایت کر کے بھارت پر بھی دباؤ بڑھایا جا رہا ہے۔ اور پاکستان پر تو اسے ویسے ہی مکمل کنٹرول حاصل ہے کہ اپنے من پسند حکمرانوں سے اپنے فیصلے تسلیم کرانے میں اسے کوئی دشواری نہ ہو گی۔

اگر خود مختار کشمیر کا امریکی منصوبہ کامیاب ہو گیا تو پاکستان میں تعصبات کی بنیاد پر چلنے والی علیحدگی کی تحریکیں بھی طاقت پکڑیں گی۔ ہمارے سیاست دان اور حکمران کشمیریوں سے یکجہتی کے اظہار کیلئے ہڑتال کو ہی کافی سمجھ بیٹھے ہیں۔ سیاست دان اگر پاکستان اور مسلمانوں سے مخلص ہیں تو انہیں کشمیر کے "الحاق پاکستان" کے موقف پر ڈٹ جانا چاہیئے۔ پاکستان کی بقاء و استحکام اور خود کشمیریوں کا تحفظ بھی اسی میں ہے ورنہ امریکہ کشمیر میں اپنے پیدا کردہ "یاسر عرفات" کو ہی نمائندہ تسلیم کرے گا اور پاکستان کی حیثیت "کوئلوں کی دلالی میں منہ کالا" کرنے کے مصداق ہو گی۔

عوامی حکومت کے سو دن اور عوامی میلہ

موجودہ حکومت کے سو دن پورے ہونے پر جیالوں نے لاہور میں جشن منایا اور پاکستان بھر کے اعلیٰ کنجنوں، میراثیوں اور تہذیبی و ثقافتی حرام کاروں کو اس جشن میں مدعو کیا۔ بیگم (وزیر اعظم) و آصف زرداری دونوں بطور چیف گیسٹ اس میں شریک ہوئے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس ثقافتی حرام کاری کو میڈیا پر کوریج دی گئی۔ اس جشن میں جو کچھ ہوا وہ بیان کرنے کے قابل نہیں۔ البتہ لوگوں کو یہ بات آسانی کے ساتھ سمجھ آ گئی ہے کہ ہمارے حکمران اور سیاست دان کس تہذیب و ثقافت کے علمبردار ہیں۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم نہ جانے کس ترنگ میں یہ لکھ گئے کہ

تہذیب نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کر
جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے

یہاں تو حلیہ بگاڑنے والے ہی "حجلہ عروسی" کو گوشہ عافیت اور میدان کارزار تصور کر کے اپنا مسکن بنائے بیٹھے ہیں۔

علماء کرام! آپ نے اتنے الیکشن لڑ کر دیکھ لئے ہیں کہ اب بار بار کے اس تجربے کو دہرانا محض تضیع اوقات، کتمان حق اور سراسر دھوکہ اور فریب ہے۔ خدا کیلئے خواب غفلت سے بیدار ہوں اور اپنے سیاسی مفادات کو اسلام کے اجتماعی مفادات پر قربان کر کے ایک نئی زندگی کا آغاز کریں۔ اگر آپ واقعی اسلام سے مخلص ہیں تو پھر اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ پاکستان کو ایک غیر اسلامی ریاست اور یہاں کے معاشرہ کو غیر اسلامی سمجھ کر اسلام کے نفاذ کیلئے آپ کو جدوجہد کرنا ہو گی۔ جمہوریت نے آپ کی ذات، شخصیت، منصب اور جماعتوں کو تباہ کر دیا ہے۔ آپ کو بہر حال اس کافرہ و حرافہ کے چنگل سے نکلنا ہو گا۔ آج سے تیس برس پہلے یہ ایک خاموش آواز تھی اب یہ صدائے رستاخیز بن چکی ہے۔ ہر فکر مند مسلمان کے دل کی آواز بن چکی ہے۔ یہی نعرہ کل مزید طاقتور ہونے والا ہے۔ اٹھئے اور کافرانہ نظام "جمہوریت" کے خلاف بر سر پیکار ہو جائے۔

فراش کہنہ الٹ دو، بساط نو کو بچھاؤ

آزادی کی تحریکیں

مقالہ خصوصی

(عبیداللہ قدسی کی کتاب پر بے لاگ تبصرہ)

سید عطاء الحسن بخاری

"آزادی کی تحریکیں"--- مجلد، خوبصورت، گردپوش، کتابت گوارا، عمدہ طباعت کے ساتھ "ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور" نے ۱۹۸۸ء میں شائع کی ہے۔ یہ کتاب ہم نے کتب منڈی لاہور سے خریدی، لفظ لفظ بغور پڑھا۔

جہاں تک کتاب کے مندرجات کا تعلق ہے ہم بلا جھجک کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب تاریخ کی کتاب تو ہرگز نہیں البتہ ایک مخصوص کیمپ کے متعصب رکن کی جھنجلاتی ہوئی آراء کا مرقع ہے جس میں مؤلف موصوف نے پوری جانب داری کے ساتھ اسلاف مرحومین کی نباشی کی ہے اور ان کی پُرخلوص جانکاہ تگ و تاز کو انتقامی جذبات کے اڑنگے پر لا کر بڑی زوردار پٹخنی دی ہے کتاب کے دیباچہ میں عبیداللہ صاحب نے کتاب کے مندرجات و مفاہیم کا جو تعارف لکھا ہے وہ اس طرح ہے۔

۱- مسلمان ہندوستان میں آئے تو اپنی تہذیب علم و عمل قانون اپنا ریاستی نظام حتی کہ ریاست کو چلانے کے لئے افراد بھی ساتھ لائے۔

۲- مسلمانوں نے غریب ہندوؤں پر مہربانیاں کیں انہیں ہندو برہمنوں کے استبدادی پنجے سے چھڑایا تو وہ لوگ مسلمان ہوگئے۔

۳- پھر ان نومسلموں اور بقایا غیر مسلموں نے سماجی، معاشی، اور سیاسی سکون حاصل کیا اور خوب ترقی کی۔

۴- پھر یہی ویش چھتری اور اچھوت جو مسلمان ہوگئے تھے تبلیغ اسلام کا بارِ امانت بھی انہوں نے ہی اٹھایا۔

۵- برہمنوں اور وڈیروں نے زیرِ زمین سازشوں کا جال بچھایا اور "مسلمانوں" کو ملیچھ کہا اور ہندو ازم کے پرچار اور غلبہ کے لئے مختلف سیاسی روپ دھارے۔

۶- مسلمانوں کے گھروں میں ہندو لڑکیاں گھس گئیں اور ہندو مفادات کے تحفظ کے لئے ہندو عمائد درباروں کی زینت بن گئے۔

۷- ان کی اس سازش کا تار و پود بکھیرنے کے لئے حضرت مجدد الف ثانی نے اولاً اور شاہ ولی اللہ نے ثانیاً تحریک اصلاح شروع کی۔ مجدد صاحب کی تحریک صرف سرکاری حلقے تک محدود تھی جبکہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تحریک اگرچہ کلیتہً مذہبی بنیادوں پر تھی مگر اجتماعی تحریک تھی۔

۸- ان دونوں تحریکوں کے ثمرات سید احمد شہید نے سمیٹے انہوں نے آزاد حکومت قائم کرلی لیکن بالاکوٹ میں وہ بھی دم توڑ گئی۔

۹- یہ شکست در شکست ۱۸۵۷ کی شکست پر منتج ہوئی اور پھر

اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

۱۰- اس خاک کے ڈھیر میں پھر ایک چنگاری سلگی اور اس نے سید احمد خاں کا روپ دھارا۔

۱۱- صرف سرسید کی تحریک ہی مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کا باعث ہوئی اور اسی تحریک کا ثمر مسلم لیگ ہے جس نے مسلمانوں کو ہندوازم سے نجات دی۔

۱۲- تحریک خلافت، جمعیت العلماء ہند، مجلس احرار اسلام، تحریک ریشمی رومال کے اکابر و اصاغر برہمنوں اور ہندو سازشیوں کا صید زبوں تھے۔

۱۳- علم کے معاملے میں کورے تھے، ان پر جمود طاری تھا، پیش بین نہ تھے، نگہ بلند نہ تھی کوتاہ اندیش تھے اور یہی بات ان کی شکست و ریخت کا سبب بنی۔

اب ذرا عبید اللہ صاحب کی عبارت آرائی ملاحظہ ہو:

ریشمی رومال اور احرار کی تحریک میں یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ اپنے زمانے کے علوم سے کس حد تک واقف تھے۔ علم کی حدیں اُفق کی جس بلندی تک پہنچ گئی تھیں اس کا ان حضرات کو بالکل اندازہ نہ تھا اس لئے عقل کی محدود بصیرت پرانی ٹیکنیک سے وابستہ رہی چنانچہ ان کا علم بھی عقل سے برسرِ پیکار رہا اور ان کے مقابلہ میں دوسروں نے علم و عقل کی پیش بینی سے یہ تحریک چٹکیوں میں اڑا دی۔"[1]

۱۴- یہ مسلمہ اصول ہے کہ علم کے بغیر تبدیلیٔ زمان و مکان دیوانے کا خواب ہے اور بس۔ جن لوگوں نے بھی تاریخ کا رخ موڑا ہے وہ پیکرِ علم و ہنر تھے اور عقل و دانش ان کا اسلحہ تھا اسی سے ارتقاء و تسخیر کا عمل پھوٹتا ہے۔

۱۵- تقلید ہلاکت ہے۔ اجتہاد حیاتِ تازہ ہے، مذہبی پیشوائیت بدبودار لاش ہے تجربہ و اکتشاف ہی نشانِ منزل ہے۔

آخری دونوں باتوں کے لئے مؤلف نے اقبال کو حوالہ بنایا ہے۔[2]

ہمارے نزدیک دیباچہ کتاب، آئینہ کتاب ہے اور آغاز ہی تضادات پر مبنی ہے۔ تیسری بات ہی تضاد کا شکار ہے جو پہلی بات کی ضد ہے۔ عبید اللہ صاحب نے ہندوستان میں آنے والے مسلمانوں کے بارے میں لکھا

۱- دیباچہ "آزادی کی تحریکیں" ص: ۲۳
۲- یہ تمام مقتبسات دیباچہ کتاب ص: ۱۹ سے ص ۲۸ میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ کہ وہ اپنی تہذیب اپنا علم و عمل اپنا قانونِ ریاست اور اربابِ اختیار بھی اپنے ہمراہ لائے لیکن زورِ تحریر میں وہ یہ بتانا بھول گئے کہ مسلمان حکمران علماء و مبلغین بھی ہمراہ لائے تھے ورنہ وہ اتنی بڑی حماقت نہ کر گئے کہ پھر ہندوستان کے ملیچھ جو مسلمان ہوگئے تھے وہی تبلیغ اسلام کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے حالانکہ یہ بات تاریخ کے ایک بتدی کو بھی معلوم ہے کہ جب مسلمان سندھ میں وارد ہوئے تو ان کے ہمراہ اور ان کے ورود کے بعد چار سو سے زیادہ صحابہ و تابعین سندھ میں آباد ہوئے انہوں نے دو نئے شہر آباد کئے جو علومِ قرآنی و عصری علوم کا گہوارہ تھے تبلیغ اسلام کا کام بھی انہی لوگوں نے کیا۔(۳) دوسری طرف ساحلِ مالابار پر عرب تاجر تجارت کے پرامن انقلابی راستہ سے واردِ مالابار ہوئے اور انہوں نے آٹھویں صدی عیسوی سے تبلیغ و تجارت کے حسین امتزاج سے موپلوں اور سموریوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا اور پندرھویں صدی تک پانچ سو میل لمبے ساحلِ ہند پر راج کیا۔(۴) میں پوچھتا ہوں عبید اللہ صاحب ہندوستان میں اسلام کے کسی ایسے مبلغ کا نام نامی بھی بتلائیں جو اصلاً ہندو ملیچھ ہو اور مبلغِ اسلام بھی ہو؟ افسوس صد افسوس کہ علم کو انقلاب امم کی اساس بتلانے والے خود ہی اس میدانِ خرلنگ کے پانچویں سوار ہیں اور جو جی میں آیا اُسے حرفِ آخر اور حتمی بات مان کر صفحۂ قرطاس پر گھسیٹ دیا۔ حالانکہ تاریخ ہند میں یہ حقیقت بھی آفتابِ نصف النہار کی طرح تابندہ و روشن ہے کہ عرب براہِ مالابار ہی دکن، دلی لاہور اور شیخوپورہ تک آئے۔(۵) اور تجارج و تبلیغ سے ہندوازم کی بیخ کنی کرتے رہے۔

عبید اللہ صاحب نے صدیوں پر محیط ملتِ اسلامیہ کی دینی تاریخ کو چند سطروں میں منضبط کرنے کی طفلانہ سعی کی ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایسی تجزیاتی منفی تحریریں تاریخ کا احاطہ کر سکیں اور خود تاریخ کا حصہ بن سکیں۔ عبید اللہ صاحب نے حضرت مجدد صاحب کی تحریک کو اصلاحی تحریکوں کی سرخیل تحریک کہا ہے کیا وہ جانتے نہیں کہ مجدد صاحب فاروقی ہیں پھر شاہ ولی اللہ دہلوی، آپ بھی فاروقی ہیں۔ سید احمد شہید، سید ناعلی کی آل حسنی ہیں، ان سے پہلے اکابر علماء ہند حضرت معین الدین چشتی اجمیری حسینی، علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخش) حسینی---- آل رسول و علی، حضرت عثمان (لعل شہباز قلندر) مروندی ہیں۔ ہندوستانی ملیچھ ہرگز نہیں۔ اسی طرح خواجہ نظام الدین اولیاء قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ گیسودراز، حضرت صابر کلیری رحمہم اللہ، یہ تمام اور ان کے حلقہ بگوش سیکڑوں مبلغین اسلام ہرگز ویشوں، چھتریوں، اور اچھوتوں کی اولاد نہیں تھے۔

یہ بھی درست نہیں ہے کہ حضرت مجدد صاحب کی تحریک صرف سرکاری ماحول میں تھی بلکہ اصل یہ ہے کہ حضرت مجدد صاحب کے حلقہ بگوش علماء، عوام اور خواص تینوں طبقوں کے لوگ تھے اس کا اثر تھا کہ حکمران اور ان کے موالی اس قوت کے سامنے جھک گئے اور عہدِ جہانگیری میں تھوڑی سی تبدیلی رونما ہوئی(۶) ورنہ عبید اللہ صاحب

۳- تذکرہ سلیمان تونسوی خواجہ، محمد حسین للّٰہی
۴- کمپنی کی حکومت، باری علیگ
۵- کمپنی کی حکومت، باری علیگ، تاریخِ گجرات، شیخ کرامت اللہ
۶- تعلیماتِ مجددیہ، ملک حسن علی جامعی

جیسے "علمی" عہدِ اکبری میں "حِلمی" ہو کر رہ گئے تھے حضرت مجدّد صاحب نے ایسے ہی صوفیوں، نام نہاد علماء و متجدّدین کی سب سے پہلے اصلاح کی، پھر اربابِ اختیار کے فکر کج کا آپریشن کیا۔(۷)

یہی راستہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اختیار کیا ان دونوں بزرگوں کے انقلابی روّیوں میں تو فرق ہو سکتا ہے فکر و عمل اور انقلابی راہ کی تعیین میں کوئی فرق نہیں تھا۔ پھر عبید اللہ صاحب نے قلم کاری کے جوہر دکھاتے ہوئے ایک سانس میں یہ سب کچھ لکھ دیا کہ ۱۸۵۷ء کی شکست سابقہ تینوں اصلاحی تحریکوں کی شکست کا نتیجہ تھا یہ بھی ان کا محض ذاتی فیصلہ ہے جسے وہ تاریخ کا حصہ بنا کر ریکارڈ خلط کرنا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں سے بے چون و چرا اطاعت مانگی ہے اُن کی رائے کو اپنے تابع بنایا ہے انہیں اپنا ور کر بنایا ہے اپنا حاکم، متبوع یا رائے زنی کرنے کے لئے کھلا نہیں چھوڑا۔ تاریخ اس حقیقت پر سب سے بڑی مادی شہادت ہے کہ جب بھی دین کومان کر دین اور اس کی تعبیر و تشریح میں امراء، روساء اور ان کے حلیف عبید اللہ صاحب ایسے "علماء" نے ذاتی رائے کو شامل کیا، زمانی تغیرات سے متاثر و مرعوب ہو کر تجدید شریعت کا "فریضہ" سر انجام دیا تو تو مسلمان زندقہ، الحاد اور اباحیت کے ہاتھوں گھائل ہو گئے۔ اکبر نے ہندوازم سے متعہ کر لیا اور جہانگیر نے فرنگیوں سے سول میرج کر لی۔ پندرھویں صدی کے اواخر اور سولہویں صدی کے آغاز میں جہانگیر کے دربار میں یورپ کے بھیڑیے، بھیڑ کے لباس میں داخل ہوئے۔ پھر ان دونوں جہلِ مرکب کے پیکروں نے اسلامی عقائد، اسلامی عبادات، اسلامی معاملات اور اسلامی اخلاقیات میں ویدانت اور ماڈرن سولائزیشن کا زہر گھولا۔(۸) اس تہذیبی، سماجی و سیاسی اختلاط نے عوام و خواص پر بُرے اور گہرے اثرات مرتب کئے بقول سیدنا علیؓ:

"الناس علی دین ملوکهم- "لوگ اپنے بڑوں کے دین پر چلتے ہیں۔

خواص نے ان اثرات کو عام زندگی میں پھیلایا، حکمرانوں نے سرپرستی کی ان دونوں طاقتوں کی زد میں آنے والے حکمران ارباب اختیار، رؤساء اور جاگیردار عیش و عشرت حرام خوری اور حرام کاری کے نرغے میں آ گئے۔ حدوداللہ پامال ہونے لگیں اعمال کا جمال لُٹ گیا حقوق العباد کی کائناتِ لطف و کرم تاخت و تاراج ہو کر رہ گئی تو قہر الٰہی نے یورپ کے بھیڑیے کی کھال کھینچ کر اصل روپ میں ظاہر کر دیا۔ اور سرزمینِ ہند دہکتا ہوا جہنم بن گئی--- عبید اللہ صاحب! آپ نے پھر مجرمانہ اغماض کیا اور علماء کی محنت و تگ و تاز سے آنکھیں موندلیں۔ ۱۸۵۷ء کی اس نار نمرود کو فرو کرنے کے لئے صرف اور صرف انہی علماء نے جہاد کا علم بلند رکھا جنھوں نے صرف اطاعت کو فکر، علم، عقل اور دانش کی لگام بنائے رکھا انہی کی اقتداء میں عوام و خواص نے مسلمانوں کی ڈوبتی کشتی کو کنارے تک پہنچانے کے لئے جہاد کیا اور حریت کے اس معرکہ کو جہاد کہا۔ سر سید احمد خاں صاحب نے تو اس جہاد کو غداری کہا، اطاعت کی رسّی گردن سے نکال لی اور یورپ کی بے حیا و بے غیرت سولائزیشن کو قبول کیا، پھر انہوں نے تجدّد

۷- تعلیماتِ مجددیہ، ملک حسن علی جامعی ۸- کمپنی کی حکومت، باری علیگ--- مسلمانوں کا روشن مستقبل، سید طفیل منگلوری

"کارہائے نمایاں" سر انجام دیئے وہ یہی تو ہیں کہ

فرشتوں کا انکار کیا

جنات کا انکار کیا

جنت و دوزخ کا انکار کیا

عذابِ قبر کا انکار کیا

حیات بعد الموت کا انکار کیا۔ (۹)

اور علماء کے خلاف جس نفرت کا بیج سر سید احمد خاں نے بویا تھا وہ آپ کی "صورتِ جمیلہ" میں اب ایک تناور درخت ہے۔ جو غلطی اکبر و جہانگیر نے اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان ہوتے ہوئے کی وہی غلطی اور جرم ۱۸۵۷ء میں فرنگی مقامروں کے خانہ ساز "مسلم وڈیروں" نے کی جن کو آپ مسلم کانفرس سے یاد کرتے ہیں---- یہ بالکل درست ہے کہ علماء ہند نے فرنگی اقتدار اور فرنگی کی سولائزیشن سے مفاہمت نہیں کی---- مزاحمت کی! یہی ان کا وہ جرم ہے جسے آپ ایسے کور بصرانِ تجدید، علم کی کمی اور پیش بینی کی محرومی بتلاتے ہیں۔ اگر ہندو دیویاں مغلوں کے حبالہ، عقد میں آگئیں تھیں تو آپ ایسے پسندیدہ انقلابیوں کے گھروں میں بھی تو یورپ کی کافر حسینائیں ڈیرے ڈالے نظر آتی ہیں۔ اور ان مغلوں کے احباب بھی تو علماء اور صوفیاء کی بجائے یورپ کے کفار و مشرکین ہی رہے ان کے فکرِ جدید کی اساس بھی فکر فرنگ ہی رہا، حتیٰ کہ قرآنِ کریم کی تفسیر میں بھی سر سید احمد خان نے ہی تحریف و تغییر کا "معرکہ آراء کارنامہ" سر انجام دیا اور اسلاف مفسرین کو خوب خوب کوسا، رگیدا، رسوا اور بدنام کیا۔ (۱۰)

تحریکِ حضرت مجدد، تحریک شاہ ولی اللہ، تحریک سید احمد شہید، اور جہاد آزادی ۱۸۵۷ء کی راکھ سے سر سید نے جنم نہیں لیا بلکہ آپ نے اور آپ کے محمود اسلاف نے جہانگیر کی فکری، نظریاتی، یا سیاسی و اجتماعی حماقتوں سے اُٹھنے والے شعلوں سے جنم لیا ہے۔ انہوں نے امت مسلمہ کی سیاسی اجتماعیت کو پارہ پارہ کیا تو سر سید احمد خان صاحب نے ملت اسلامیہ میں جدید و قدیم، مولوی اور مسٹر کی فکری، نظریاتی اعتقادی اور عملی زندگی میں تقسیم در تقسیم کا "کارِ خیر" انجام دیا جو آپ کی نگاہ میں مجدّد صاحبؒ، شاہ ولی اللہ اور سید احمد شہید کا ثمر ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

پھر عبید اللہ صاحب! آپ "اجتہاد" کے نشے میں یہ بھول ہی گئے کہ فرنگی جب ہندوستان میں آئے تو وہ بھی اپنے مدرّس، مبلغ، سیاستدان، تاجر، قانون، قانون دان، تہذیب، افکار، عقائد، نظریات اور علم و حکمران بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ انہوں نے آتے ہی سب سے پہلے نیا نصاب تعلیم، نئے مدرس، نئی عمارت، نیا لباس اور نئی تہذیب اپنی محکوم قوم کو دی---- اور تاریخ کا کلیہ ہے کہ محکوم قومیں حاکموں کی تہذیب کو قبول کرتی ہیں----

---

۹- مسلمانوں کا روشن مستقبل، سید طفیل منگلوری ۱۰- ۱۸۵۷ء، غدر کے اسباب اور اصحابِ الکہف والرقیم، سر سید احمد خان فانی و دوانی ہیں۔

ان کی اطاعت ہی ان کے مستقبل کی کامیابیوں کی ضمانت ہوتی ہے--- اور ان کی غلامی کی صداقت پر سب سے بڑی دلیل فکر و عمل میں حکمرانوں کی چھاپ ہوتی ہے۔

آپ نے اور آپ کے ممدوح "اکابرِ امت" نے جس عمل کو انقلاب اور کمالِ زندگی لکھا ہے وہ فرنگی کی تہذیبی، سیاسی، فکری و نظریاتی غلامی ہے، اطاعت ہے، اور فرنگی کی "بندہ پروری" پر مہرِ تصدیق ہے۔ اسلام کی نشأۃ ثانیہ نہیں۔

سر سید احمد خاں کی فکری جماعت نے یورپین کلچر سے کیا حاصل کیا؟

عورت کی بے پردگی--- اور

مرد و عورت کا اختلاط!

عورت کا ناچ گانا، فلموں ڈراموں میں ایکٹ پلے کرنا، وڈیروں جاگیرداروں اور اربابِ اختیار کا "پرائیویٹ" سیکرٹری بننا، سیاسی کبڈی میں "مثبت رول" اداء کرنا" گیمز میں حصہ لینا، شراب، زنا بالرّضا، جُوا، نائٹ کلب، سینما، جھوٹ، سیاسی فریب، بلیک مارکیٹنگ، رشوت، پراپیگنڈہ، اور نہ جانے کیا کیا کچھ ثقافت اور کلچر کے نام پر عام کیا اور "مسلمانوں" کا جزوِ زندگی بنا دیا۔

قرآن کی لفظی و معنوی تعلیم سے محرومی

حدیث رسول ﷺ کی لفظی و معنوی تعلیم سے محرومی

فقہ کی لفظی و معنوی تعلیم سے محرومی

نمازیں غائب غلّا

روزہ انڈا غفیل

دینی اخلاقیات غتر بود

توحید، رسالت، قیامت، عرش، کرسی، ملائکہ، جنت، دوزخ، عذابِ قبر، ثوابِ قبر، حیات بعد الموت، آسمانی کتابوں، صحیفوں اور الواح کے متعلق تشکیک و ارتیاب، ان معتقدات کے خلاف مودمنٹری انداز سے مضامین، لیکچر اور کتابوں کی بھرمار۔

سُنّت کا انکار، حدیث کی تدوینِ نو کا مطالبہ، "فقہ فرسودہ ہو چکی ہے" فقہ جدید کی ترتیب کا تقاضیٰ اور ترتیب---- اور انتہا یہ کہ اجتہاد کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے، در آئے جس کا جی چاہے لہذا "تجدیدِ شریعت"! دین کو ملّائیت کہہ کے رد کرنا اور اپنے مجتہدات کو دین کہنا اور ہم ایسے لوگوں کو چپ کرانے کے لئے پراپیگنڈے اور سرکاری مشینری کے ذرائعِ ابلاغ عامہ پر چھائے رہتے ہوئے علامہ اقبال کا سہارا بطورِ ڈھال کے پیش کر دینا یہ ہیں سر سید اور متجدّدین کے کمالات!

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون سے اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے اور کس کے لئے کھلا ہے اور کس اجتہاد کا دروازہ بند ہے اور کن کن لوگوں کے لئے بند ہے؟

سولہویں صدی سے لے کر آج بیسویں صدی تک کے اوراق پارینہ و صفحاتِ تازہ اس حقیقت کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہیں کہ علماء امت نے کبھی بھی مادّی اجتہاد سے نہ تو روکا نہ اس کی مخالفت کی--- ہاں یہ درست ہے کہ علماء نے مادّی اجتہاد بھی نہیں کیا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ علماء بے وسائل ہو کر مادی اجتہاد کیونکر کر سکتے تھے جبکہ تمام وسائل مُغلوں اور ان کے حلقہ اثر کے "ٹیکنوکریٹس" کے پاس تھے یہ ان کی ذمہ داری تھی نہ کہ علماء کی! یا عبید اللہ صاحب ایسے "عالی ظرف" نقادوں کی جنھوں نے ہر دور کی تہذیبی یلغار سے مفاہمت کو اجتہاد کہا پھر اس کی دُم اُٹھا کے اس کے اندھے مقلد بن گئے۔

ہم ہو گئے اسی کے جو نہ ہو سکا ہمارا

رہا دین کی تعبیر و تشریح کے لئے اجتہاد تو سیدھی سی بات ہے کہ قرآنِ حکیم کی وہی تعبیر و تشریح معتبر ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کی--- کیونکہ تبیین و تعبیر کا حکم سب سے پہلے حضور ﷺ کے ذمہ ہے۔ اکثر تو حضور ﷺ متنِ قرآن کی تشریح قرآن کے متن سے فرماتے اور کبھی کبھی اپنے اجتہاد سے! اس دور میں جو تشریحات حضور ﷺ سے منقول ہیں وہ یا تو بہ صورتِ قرآن ہیں یا بصورتِ "حکمت" اور حکمت، قرآن کے علاوہ سوائے سنت و حدیثِ رسول ﷺ کے اور کچھ نہیں ہے---- کسی اور مضمونِ قرآن کو اللہ یا رسول نے حکمت کہا ہو تو وہ عبید اللہ صاحب واضح کریں یا مسٹر یوسف گورایہ سے پوچھ لیں، خواجہ عبدالحکیم، غلام احمد پرویز اور اقبال (مرحوم و مغفور) کی قلم کاریوں میں سے کہیں نشاندہی کریں۔

قرآن (الکتب) اور سنت و حدیث (الحکمۃ) میں تو اجتہاد ہو چکا۔ اس میں تو اب اجتہاد کی ضرورت ہی باقی نہیں---- اور اگر آپ کو مجتہدات رسول ﷺ سے اتفاق نہیں تو اسی جرأت کے ساتھ اس کو رد کریں جس جرأت کے ساتھ آپ نے ہندوستان کے سابقہ عہد کے علماء کی خدمات کو رد کیا ہے۔ ان مجتہداتِ رسول کو ملّائیت کہہ کے رد کرنا بزدلی اور منافقت ہے۔ اور جدید پیش آمدہ عصری مسائل کیا ہیں---؟ اگر تو انسانی معاشرہ کے مسائل ہیں تو انسانی معاشرہ کے مسائل ہر دور میں اکثر ایک سے رہے ہیں۔ اور وہ بعض مسائل جو فکر و نظر کے اضطراب کا سبب ہوں تو انہیں قرآن و حدیث کی اتباع میں حل کر کے اصلاحِ احوال کا راستہ تلاش کیا جا سکتا ہے لیکن یہ کمال کس کے پاس ہے۔ سر سید کی جماعت کے پاس؟ جو ہر کلچر کی آمد پر اس سے مفاہمت کو اجتہاد کا معیار قرار دیتی ہے؟ یہ عجیب تماشا ہے کہ جوتا بنوانے کے لئے تو جفت ساز کے پاس جائیں مگر دین میں غور و فکر، تدبر، تفقہ اور اجتہاد کے لئے وہ لوگ اپنا حق منواتے ہیں جو قرآن کریم کے الفاظ تک پڑھ نہیں سکتے۔ یہ کیسا ظلم ہے جو آپ لوگ روا رکھتے ہیں اور اسے "علم" کہتے ہیں---- اگر حضور ﷺ کے عہدِ گرامی میں حضرت معاذ بن جبلؓ کو اجتہاد کی

اجازت ملی تھی تو غور کرنا چاہیئے کہ معاذ بن جبلؓ کس کے فکر و عمل اور عقیدہ و نظریہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی شخصیت تھی۔ حضور ﷺ نے انہیں تربیت کی تمام گھاٹیوں سے گزار کر ہی تو اس منصب کا اہل سمجھا تھا۔ آج کے اس دور میں معاذ بن جبلؓ کی صرف مثال لکھ دینا ہی کیا آپ ایسوں کے "حق اجتہاد" کو تسلیم کر لینے کے لئے کافی ہے؟ اگر صرف یہی بات کافی ہوتی تو ہمارے اور آپ کے ممدوح خود اجتہاد کرتے ---- مگر آفرین ہے اقبال کے، کہ اس نے علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور علامہ سید سلیمان ندوی سے استفادہ تو کیا، اُنہیں اپنی رائے سے آگاہ تو کیا مگر مسندِ اجتہاد پر براجمان ہونے کی جرأت نہیں کی --- اقبال کا نام لے کر سر سید کا ترمیم پسند گمراہ ٹولہ تمام تر علمی، عملی، اخلاقی اور روّیوں کی پستیوں سے آراستہ فاسقوں، فاجروں کو مسندِ اجتہاد پر سجانا چاہتا ہے -----

ہمارا --- اور ہمارے اسلاف کا مشترکہ ایک ہی جرم ہے کہ ہم نے یورپ کے بدفطرت، اخس و ارذل سامراجیوں کی نہ تو سیاست قبول کی اور نہ ہی اس کے حرامی و ٹامی کلچر میں مدغم ہو سکے ---- ہم نے اس کی مزاحمت کی اور اس مزاحمت میں اپنا سب کچھ گنوایا۔ آپ نے اور آپ کے ممدوح ترمیم پسند گمراہ ٹولے نے ان سامراجیوں کی غلامی کی ---- اور غلامی میں ان کے تمام ذمائم کو حرزِ جاں بنایا اور اطاعت فرنگ کے صلہ میں ہمارا چھینا ہوا مال جائیداد ان سے لیا ---- ظاہر ہے فرنگی نے اپنے تابعداروں پر ہی مہر وفا لگانی تھی مزاحمت کرنے والوں کو کون بخشتا ہے ---- اور پھر حکمران چھینا ہوا مال کب واپس انہی کو دیتے ہیں جن سے چھینا جائے۔

عبیداللہ صاحب نے کتاب نہیں لکھی انتقام کی بھٹی کے انگارے مرحومین کی قبروں پر پھینکے ہیں اور وہ اس "علم و پیش بینی" کے "عمل صالح" میں یہ بھول گئے کہ

تم بناؤ گے اگر شیشے کا گھر
بالیقیں برسیں گے پتھر سوچنا!

ہم نے سمجھا تھا کہ شرافت اسی کا نام ہے کہ جب سیاسی عمل میں ایک پارٹی اپنی سیاسی شکست تسلیم کر لے تو پھر جیتنے والی پارٹی اور اس کے حاشیہ نشینوں کو بھی شرافت کی زبان بولنی چاہیئے۔ مگر یہ عبید اللہ صاحب بھی عجیب الخلقت لکھاری و ناقد ہیں، کہ وہ محض لکھ لکھ کر کاغذ کا منہ کالا کرنے کو ہی کمالِ تحریر سمجھتے ہیں۔ میرا ایک شک ہے اللہ کرے وہ غلط ہو، کہیں عبید اللہ قدسی صاحب سر ظفر اللہ آنجہانی کے پروردہ لوگوں میں سے نہ ہوں ---- یاد پڑتا ہے اُنہیں پیام شاہجہان پوری اور ثاقب زیروی ایسے قادیانیوں سے گہرا تعلق ہے۔ اگر میرا حافظہ خطا نہیں کرتا تو پھر انہیں اس سے زیادہ آگ برسانے کا حق حاصل ہے۔ جن کے "سلطان القلم" نے حضور ﷺ فداہ ابی اُمّی کو نہیں بخشا ان کے سامنے سابقہ ہندوستان کے علماء مرحومین کی کیا حیثیت ہے! ---- عبید اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ

"آزادی کی چوتھی عظیم الشان تحریک جو آخر کامیابی سے ہمکنار ہوئی مسلم لیگ ہے۔ مسلم لیگ خلافت سے پہلے شروع ہوئی اس وقت ہندوستان میں تین ہی قوتیں تھیں، ہندوؤں کی

کانگریس، مسلمانوں کی مسلم لیگ اور تیسری حکومت---
درمیان میں خلافت تحریک نے اپنے دور میں عوامی حیثیت اور کل ہند کی تحریک کی صورت اختیار کرلی تھی اس لئے مسلم لیگ پس پشت رہ گئی تھی، مسلم لیگ کا دوسرا دور قائد اعظم کی واپسی سے شروع ہوتا ہے یہ دور ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۰ء کا ہے۔"[۱۱]

عبید اللہ صاحب نے نہایت سادگی سے مسلم لیگ کو آزادی کی عظیم الشان تحریک کہا۔ حالانکہ یہ بات ریکارڈ میں موجود ہے کہ مسلم لیگ آزادی کی تحریک ہرگز نہ تھی بلکہ برطانوی سامراج کی وفا کیشی میں ہندوؤں سے سبقت لے جانے کی آرزومند نوابوں، سروں، خان، بہادروں اور ٹوڈیوں کی جماعت تھی جنھوں نے احیاء اسلام، بقاءِ اسلام یا حکومت اسلامیہ قائم کرنے کے لئے یہ جماعت قائم نہیں کی تھی بلکہ صرف اور صرف انگریز کی وفاداری میں ہندوؤں سے پیچھے رہ جانے کے غم میں گھل گھل کر پریشان رہنے والے ٹوڈی جاگیرداروں، خان بہادروں اور سروں نے اپنی وفاداریاں برٹش امپیریلزم سے مضبوط کرنے کے لئے یہ پلیٹ فارم سجایا تھا--- انہی خان بہادروں نے اس سے پہلے تین مرتبہ فرنگی سامراج کے چرنوں کو چھوا اور درخواستیں دیں مگر ہر بار دھتکارے گئے، راندے گئے، مگر وہ انگریزی دربار کی دہلیز پر مسلسل جبہ سائی کرتے رہے اور انگریزی آقاؤں کی خوشنودی کے حصول کے لئے جبینِ نیاز جھکاتے رہے۔ عبید اللہ صاحب ملاحظہ کیجیے۔[۱۲] یہ اسی ترمیم پسند گمراہ ٹولے کا حصہ ہے جو تہذیب فرنگ قبول کرتا ہے اور سامراجی اقتدار سے مفاہمت کی راہ اختیار کرتا ہے اور اس کی اطاعتِ کاملہ قبول کرکے دنیا کے اور محض کمینی دنیا کے مقاصد حاصل کرتا ہے۔

مسلم لیگ کے قیام کے مقاصد:

تاریخ کی شہادت و استدلال کا زناٹے دار تھپڑ عبید اللہ صاحب کی رکیک و ژولیدہ فکر کے مکروہ چہرے پر پڑتا ہے مگر ڈھٹائی کی انتہا ہے کہ ذلتوں کے گڑھے میں گرتے ہیں، غلاظتِ عمل ان کی روحوں کو کوڑھی کرتی ہے مگر یہ اس کو کامیابی جانتے ہیں بلکہ اس غلامی کو عظیم الشان کامیابی خیال کرتے ہیں۔ عبید اللہ صاحب کی ممدوحہ و منتوحہ مسلم لیگ کا قیام جس پس منظر میں ہوا وہ تو قارئین نے ملاحظہ کیا۔ اب ملاحظہ کیجئے وہ عبارت جو اکابر مسلم لیگ کے "قلمِ حقیقت رقم" نے "سلکِ مروارید" میں پروئی ہے۔

۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء میں نواب وقار الملک کی صدارت میں وہ سیاسی جلسہ منعقد ہوا جس میں آل انڈیا مسلم لیگ قائم ہوئی اور اس کے حسب ذیل مقاصد قرار دیئے گئے۔

الف۔ مسلمانانِ ہند کے دل میں برٹش گورنمنٹ کی نسبت وفادارانہ خیالات کو ترقی دینا، اور گورنمنٹ کی کسی کارروائی کے متعلق ان میں جو غلط فہمی پیدا ہوا سے دور کرنا۔

۱۱- دیباچہ آزادی کی تحریکیں، ص: ۲۵

۱۲- مسلمانوں کا روشن مستقبل ص: ۳۵۷ تا ص ۳۶۹

ب- مسلمانانِ ہند کے پولیٹیکل حقوق و فوائد کی نگہداشت کرنا اور ان کی ضروریات اور خواہشات کو مؤدبانہ طریقہ سے گورنمنٹ میں پیش کرنا۔ (۱۳)

ج- لیگ کے دیگر مقاصد کو نقصان پہنچائے بغیر مسلمانانِ ہند میں ایسے خیالات پیدا نہ ہونے دینا جو دوسرے فرقوں کی نسبت معاندانہ ہوں۔

جب مسلک لیگ کے قیام نیک فرجام کی خبر انگلستان میں پہنچی تو وہاں کے مشہور اخبار ٹائمز نے بہت خوشی منائی جس کا اعتراف خود مسلم لیگ بمبئی کے پریذیڈنٹ سر سید رضا علی نے اپنے خطبہ صدارت میں کیا کہ فرنگیوں نے کلمہ شکر اداء کیا اور اس بات پر بغلیں بجائیں کہ مسلمانوں کی ایک مضبوط سیاسی جماعت قائم ہو جانے سے اب ہندوستان میں صلح نہ رہے گی۔ (۱۴)

ہندوستان کی آزادی کی نام نہاد تحریک ملکی قومی زندگی میں پھوٹ ڈال کر انگریزی سامراج کے اقتدار کو مضبوط کرتی رہی اور اپنی وفاداریوں پر فرنگی ٹامیوں سے دعائیں لیتی رہی۔ انہی دو حوالوں پر اکتفا کرتا مگر ایک حوالہ تو "وفاء وصدق و صفا" اور فرنگی دہلیز کی بوسہ بازی میں حیران کن ہے۔ مارچ ۱۹۰۷ء میں مسلم لیگ کے پہلے بزرگ سیکرٹری جنرل نواب وقار الملک بہادر علی گڑھ تشریف لے جاتے ہیں اور مسلم طلباء سے یوں خطاب فرماتے ہیں:

"ہماری تعداد بہ مقابلہ دوسری قوموں کے ہندوستان میں ایک خمس ہے۔ اب اگر کسی وقت ہندوستان میں خدانخواستہ انگریزی حکومت نہ رہے تو ہمیں ہندوؤں کا محکوم ہو کر رہنا پڑے گا اور ہماری جان، ہمارا مال، ہماری آبرو، ہمارا مذہب سب خطرہ میں ہوگا اور اگر کوئی تدبیر ان خطروں سے محفوظ رہنے کی ہندوستان کے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے تو وہ یہی ہے کہ انگریزی حکومت ہندوستان میں قائم رہے۔ ہمارے حقوق کی حفاظت تبھی ہو سکتی ہے جبکہ ہم گورنمنٹ کی حفاظت پر کمر بستہ رہیں۔ ہمارا وجود اور گورنمنٹ کا وجود لازم و ملزوم ہیں۔ انگریزوں کے بغیر ہم اس عزت و آسودگی کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اگر مسلمان دل سے انگریزوں کے ساتھ ہیں تو ہندوستان سے انہیں کوئی نہیں نکال سکتا۔ ان کو اس عمدہ خیال کی تلقین کی جائے کہ وہ اپنے تئیں مثل ایک انگریزی فوج کے تصور کریں اور تاجِ برطانیہ کی حمایت میں اپنی جانیں قربان کرنے اور اپنا خون بہانے کے لئے تیار رہیں اور گورنمنٹ سے اپنے حقوق نہایت ادب اور متانت سے طلب کریں نہ کہ اس طریقہ پر جس پر ہمارے دیگر ابناءِ وطن کا عمل ہے اور اس سے میری مراد ایجی ٹیشن کے طریقے سے ہے۔ پس تمہارے

۱۳- مسلمانوں کا روشن مستقبل ص ۳۶۹

۱۴- خطبہ صدارت مسلم لیگ، دسمبر ۱۹۲۴ء، منعقدہ بمبئی، بحوالہ روشن مستقبل ص ۳۷۰

دل میں ہر وقت جو ایک خیال موجزن رہنا چاہیئے کہ اس سلطنت کی حمایت کرنا تمہارا قومی فرض ہے۔ تم فٹ بال کھیلنے میں مشغول ہو یا کرکٹ کے میدان میں کود پھاند کر رہے ہو یا ٹینس کے کھیلنے میں سرگرمی دکھا رہے ہو غرضیکہ اس قسم کی ہر ایک حالت میں تم اپنے تئیں انگریزی فوج کے سولجرز خیال کرو۔ تم تصور کرو کہ انگریزی پرچم تمہارے سروں پر لہرا رہا ہے۔ تم یقین کرو کہ تمہاری یہ دوڑ دھوپ اس لئے ہے کہ تم ایک تاجِ برطانیہ پر (اگر اس کو ضرورت ہو) اپنی جانیں نثار کرو اور انگریزی سپاہیوں کے ساتھ مل کر اس سلطنت کے مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ گلہ بگلہ لڑو اگر یہ خیال تم نے ذہن نشین رکھا تو مجھ کو امید ہے کہ تم اپنی قوم کے لئے باعث فخر ہوگے اور آئندہ نسلیں تمہاری شکر گزار ہوں گی اور تمہارا نام ہندوستان کی انگریزی حکومت کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔(۱۵)

یہ ہے مسلم لیگ کا قومی کردار آزادیٔ وطن کے لئے منشور ولائحہ عمل! درجہ بالا اقتباس کو بار بار پڑھیں اور عبید اللہ صاحب خصوصاً---- پھر بتائیں کہ آزادی کا وہ کونسا قانون ہے جس کی یہ تفسیر ہے کیا یہ آزادی کا منشور ہے یا طوق غلامی! کہ مسلمان انگریزی دربار میں غلامی کا فرض ادا کرتے رہیں تاکہ انگریزوں کو ہندوستان سے کوئی نہ نکال سکے اور مسلمان انگریزوں کے دشمنوں کے خلاف بھرپور جنگ لڑتے رہیں۔ آخر وہ کون لوگ تھے جو انگریزوں کے خلاف صف آراء تھے؟ وہ کون لوگ تھے جو اپنے حقوق لڑ کر لینا چاہتے تھے بلکہ چھیننا چاہتے تھے؟ وہی--- جنھیں وقار الملک اور عبید اللہ قدسی دونوں نے مطعون کیا ہے یہ وہی بہادر ماؤں کے سپوت، سُنتِ نبوی ﷺ کے وارثِ برحق تھے، جنھوں نے کسی اعتبار سے فرنگی اقتدار، فرنگی تہذیب و تمدن، فرنگی افکار و نظریات کو قبول نہیں کیا۔ نہ تو ان اکابر میں کوئی ڈپٹی نذیر احمد جیسا "شمس العماء" تھا اور نہ ہی سر سید جیسا "انقلابی" جس کو خود ڈپٹی نذیر احمد نے ابن الوقت کہا۔ شاہ احمد سعید، شاہ عبدالغنی مجددی، مولوی احمد اللہ شاہ، جنرل بخت خان، مولوی محمد جعفر تھانیسری، امبیلہ کے مجاہدین وارث تھے مجدد کی تحریک اور شاہ ولی اللہ کی تحریک کے! ڈپٹی نذیر احمد، سر سید، وقار الملک، نواب محسن الملک، سر سلیم اللہ، سر آغا خاں وغیرہ اکبر، جہانگیر اور فرنگی کے وارث تھے۔ انھوں نے یہ وراثت بڑی امانت داری سے سنبھالے رکھی اور کوشش کی کہ یہ امانت سر شفیع و سر فضل حسین تک بھی پہنچے مگر وہ متحارب گروپ کی شکل میں سامنے آگئے اور یہ سارا حسنِ عمل نیت کا ثمر تھا کہ ڈھاکہ، کراچی، علی گڑھ کے اجلاسوں میں تمام سر، نواب، بہادر، خاں بہادر، اکٹھے ہوئے جب انہیں علم ہوا کہ قومی یا اسلامی مسئلہ نہیں بلکہ شخصی، خود غرضی، مفاد پرستی اور انگریز پرستی کا مسئلہ ہے تو تقریباً سارے خان بہادر اپنی اپنی ڈفلی بجانے اور اپنا راگ گانے کی فکر میں لگ گئے جنھیں علی گڑھ کے اجلاس منعقدہ ۱۸ مارچ ۱۹۰۸ء نواب سر مزمل اللہ خاں بہادر کی کوٹھی میں نواب وقار

۱۵- نواب وقار الملک خطاب علی گڑھ مارچ ۱۹۰۷ء، روشن مستقبل ص ۷۱-۳-۷۲-۳

الملک کے استعفیٰ کی خوشی میں متحد کیا گیا اور ان کی جگہ ان سے مضبوط انگریزی مفادات کے محافظ میجر سید حسن سیکرٹری بنا دیئے گئے۔ (۱۶)

اگر یہ مسلم لیگ قومی عوامی جماعت تھی تو کیوں عوام میں سے کوئی آدمی بھی صدارت و نظامت کے عہدوں پر نظر نہیں آتا، مسلم لیگ نے ابتدائی پانچ برس اسی طرح سرکار و دربار کا طواف کرتے اور ذاتی مفادات، مناصب عہدہ جات، اور درخواستہائے وفاداری میں گزار دیا۔ انگریزوں کے دربار میں جاتے تو وہ انہیں دھکے دے کر نکال دیتے مگر انہوں نے تو دربار فرنگ میں سر کے بل جانے کی قسم کھا رکھی تھی۔ ان کے اس کسمپرسی کے عالم رسوائی کا نقشہ ایک فرنگی نے یوں کھینچا۔ ڈاکٹر ہنٹر لکھتا ہے۔

"مسلمانوں میں ایک دور میں اس قدر دینی جوش تھا کہ وہ ہزاروں میل کے فاصلہ سے ہزاروں مجاہد اور روپیہ سرحد میں پہنچاتے تھے۔" (۱۷)

مگر اب چند عہدوں اور ممبریوں کے لالچ اور سابقہ خطابات کی بقاء و تحفظ کے لئے وہ اس قدر خوفزدہ ہیں کہ خود کو فرنگی سامراج کا سولجر کہلانے پر فخر کرتے ہیں۔ اور دل سے اس کی بقاء کے لئے جدوجہد کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ (۱۸) اس تمام ذلہ ربائی اور وفاداریوں کی یقین دہانیوں کے باوجود علی گڑھ کالج کے مسلمان طلبا. کو حکومت برطانیہ کا غلام بنا کر بھی علی گڑھ میں مسلم لیگ کا مرکز نہ بنا سکے۔ سرجان ہیوٹ، ان کے آقائے ولی نعمت اور پالیسی میکر نے تھوڑی سی غلطی پر نواب وقار الملک سمیت تمام نوابوں، ٹوڈیوں، سروں اور خان بہادروں کو علی گڑھ سے دھکے دے کر نکال دیا اور اپنے سب سے بڑے دلّال ہزہائی نس سر آغا خاں کو حکم دیا کہ اپنے چھوٹے سروں کو لے کر لکھنؤ چلے جاؤ۔ (۱۹) اور یہ نامرادانِ کوئے فرنگ دم سادھے دم دبائے لکھنؤ پدھارے۔

۱۸۸۵ء سے انگریز کو اپنی وفاداریوں، دلداریوں، اور محبتوں کی یقین دہانیاں کرانے والے اور ۱۸۹۳ میں محمڈن ڈیفنس ایسوسی ایشن قائم کرنے والے پھر ۱۹۰۱ء میں محمڈن پولیٹیکل آرگنائزیشن کا بہروپ دھارنے والے معتمدین فرنگ نے ۱۹۱۰ء میں اپنی سابقہ ۲۵ سالہ ناکامیوں، ذلتوں اور رسوائیوں کے باوجود درِ فرنگ سے اپنی پیشانیاں نہ اٹھائیں۔ دربار فرنگ میں ایسے جھکے کہ جھکتے ہی چلے گئے۔ اس تمام ترنکبت و ادبار سے دو چار ہونے کے بعد فرنگی ڈپلومیسی نے اپنے پالتوؤں پر ایک اور کاری ضرب لگائی اور اب ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کا روپ دھارنے والے ان بزرگوں کی ذلت و دل شکنی کا ایک اور چرکہ لگایا کہ دسمبر ۱۹۱۱ء میں فرنگی ملک معظم کا دربار لگا۔ تمام ذلہ ربایانِ فرنگ جمع ہوئے تو ان فرنگی آقاؤں نے تقسیم بنگال منسوخ کر دی جس کے متعلق ان درباری مسلم لیگیوں کو

۱۶- روشن مستقبل ص ۳۷۵-۳۷۶ ۱۷- روشن مستقبل ص ۳۶۵

۱۸- نواب وقار الملک، خطاب علی گڑھ مارچ ۱۹۰۷ء روشن مستقبل ص ۳۷۱-۳۷۲

۱۹- جنوری ۱۹۱۰ء روشن مستقبل ص ۳۷۷

بہت گھمنڈ تھا کہ یہ ان کا "عظیم الشان" کارنامہ ہے مگر حکم کی منسوخی کے بعد مارچ ۱۹۱۲ء میں نواب سلیم اللہ صاحب اضطراب و خفت کے عالم میں ارشاد فرماتے ہیں:

"تقسیم بنگال سے اگرچہ ہمیں کچھ فائدہ نہ تھا مگر پھر بھی لوگ یہی کہتے تھے کہ فائدہ ہے اس لئے ہمارے بدخواہوں (سر آغا خاں، اور سید امیر علی) نے اس تقسیم کو ختم کروادیا کہ وہ حکومت برطانیہ ہند کے ہم سے بھی زیادہ معتمد و محبوب ہیں۔ دراصل ہم یہ سمجھتے ہیں کہ منسوخیٔ تقسیم صرف اس لئے ہوئی کہ انگریز کے خلاف باغیانہ سرگرمیوں میں شریک ہونے والے مسلمانوں اور ہندو نے انگریز بہادر کو جوش دلایا۔ نفرت بڑھی تو ہماری طرف داری کے باوجود حکومتِ ہند نے ہم سے مشورہ یا اطلاع کے بغیر ہی یہ کام بھی کر ڈالا

"اور ہم نے بشرط وفاداری کے ضبط کیا۔"(۲۰)

ہم ہزہائی نس سر آغا خان کو بدگمانی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

تاہم وہ مسلمانوں کو گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔"(۲۱)

نواب سر سلیم اللہ صاحب مسلم لیگ سے ہمیشہ کے لئے روٹھ گئے اور چند ماہ بعد گمنامی کے عالم میں فرنگی کے دربار سے ربِ اکبر کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لئے تشریف لے گئے۔(۲۲)

پھر جناب نواب وقار الملک جلوہ آرا ہوئے اور گورنمنٹ کے اس ظلم پر یوں قلم طراز ہیں:

"گورنمنٹ کی یہ پالیسی بمنزلہ ایک توپ خانہ کے تھی جو مسلمانوں کی "مردہ لاشوں" پر سے گزر گیا بدوں اس احساس کے کہ ان غریب لاشوں میں سے کسی میں کچھ جان بھی ہے اور ان کو اس سے کوئی تکلیف ہو گی۔" (۲۳)

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

فروری ۱۹۱۲ء میں سیکرٹری جنرل مسلم لیگ عزیز مرزا صاحب کا انتقال ہوا تو سید وزیر حسین صاحب جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے انھوں نے لیگی گشتی مراسلہ جاری کیا جس میں مسلم لیگ کے مقاصد میں "ہندوؤں سے حسنِ تعلقات" (۲۴) کا اضافہ کیا۔ ہندوؤں فرنگی سے حسن تعلقات تھے تو ان تعلقات کی برکات سے سرکاری درباری خطاب یافتگانِ عہد فرنگ "مردہ لاش" مسلمان بن گئے اب ہندوں سے "حسنِ تعلقات کا عظیم الشان" کارنامہ بھی آزادی کی عظیم الشان تحریک مسلم لیگ نے ہی سرانجام دیا۔ حکومت کے دستر خوان کی لذّت حکومت سے بھی الگ نہ ہونے دیتی تھی اور عوامی سطح پر الگ وجود منوانا از بس کہ جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ لہذا ہندوؤں

۲۰- روشن مستقبل ص ۳۸۲ ---------- ۲۱- روشن مستقبل ص ۳۸۳ ---------- ۲۲- روشن مستقبل ص ۳۸۳

۲۳- وقار حیات ص ۶۹۹ بحوالہ روشن مستقبل ص ۳۸۳ ------------ ۲۴- روشن مستقبل ص ۳۸۵

کے چرنوں کو چھونے میں ہی مسلم لیگ نے عاقبت سمجھی۔ ۱۹۱۳ء میں مسلم لیگ سے جسد فرنگ زادہ کی کوڑھی روحوں کی اصلاح کے لئے حضرت علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے تین تنقیحات قائم کیں۔ اور برطانوی ہند کے ان مغرب زادگان کو سیدھی راہ پر چلانے کی سعی فرمائی۔ مسلم گزٹ میں لیگ کے خوب لیے تھے اور ان کی مردہ روحوں کو جھنجھوڑا۔(۲۵) ان مقالات، تنقیدات اور شبلی کی ہجویہ نظموں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۲-۲۳ مارچ ۱۹۱۳ء کو لکھنؤ میں پھر یہ مردہ لاشیں سر شفیع کی صدارت میں جمع ہوئیں اور مقاصد مسلم لیگ کی "ٹیوننگ" کی گئی مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ ایسے ایسے ذی عقل و ذی علم ذی فہم، فرنگی دربار کی دہلیز سے سر نہ اٹھا سکے اور یہ نام نہاد تبدیلیاں ختم کر دی گئیں۔

۱- مسلمانوں میں سلطنت برطانیہ کی وفاداری کے خیالات کی جگہ ملک کے لوگوں میں تاجِ برطانیہ کی وفاداری کے خیالات پھیلانا قائم کیا گیا۔

۲- ہندوستان کے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کی جگہ ہندوستان کے مسلمانوں کے سیاسی اور دیگر حقوق و ترقی درج کیا گیا۔

۳- تاج برطانیہ کے تحت ہندستان میں حسبِ حال (سوٹ ایبل) گورنمنٹ حاصل کرنا۔

۴- مسٹر مظہر الحق کی زبردست جارحانہ تنقید اور بحث سے ریزولیشن بھی پاس ہوا کہ ہندو مسلمان مل کر ترقی کریں۔

مسلم لیگ کے اس اجلاس میں مسز سروجنی نائیڈو اور بہت سے کانگریسی لیڈر بھی شریک ہوئے۔

ع- یہ نادان گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

۱۸۸۳ء میں ہندوؤں سے روٹھنے والے "تحریک آزادی کے عظیم الشان" علم بردار" دوسری مرتبہ ہندوؤں کے چرنوں میں آرہے ہے۔(۲۶)

کجا آں شورا شوری و کجا ایں بے نمکی

۱۹۱۵ء میں بمبئی کے اجلاس میں جو مسٹر مظہر الحق کی صدارت میں ہو رہا تھا مسٹر محمد علی جناح اور مولانا حسرت موہانی کے حامیوں میں انتہا درجہ کی بد کلامی ہوئی۔ مسٹر محمد علی جناح کی درخواست پر ایس پی پولیس، چھے پولیس افسر پچاس کانسٹیبل اجلاس سے باہر جمع ہو گئے۔ خفیہ پولیس کے کارکن وزیٹر پاس لے کر اندر گھس گئے مولانا حسرت موہانی نے تقریر شروع کی تو انہیں روک دیا گیا۔ بمبئی لیگی کارکن مولوی عبد الرؤف نے پوری قوت سے مولانا کے بولنے کا حق مانگا جو حالات کی نزاکت کے تحت مل گیا۔ مولانا نے مسلم لیگ اور کانگریس کے "اختلاط" کو غیر فطری قرار دیا اس پر جناح صاحب کے حلقہ نے انہیں "رجعت پسند" قرار دیا۔ گڑبڑ کے اندیشہ کے تحت اجلاس

۲۵- روشن مستقبل ص ۳۸۹ ۲۶- روشن مستقبل ص ۳۹۰

ملتوی ہوا دوسرے روز اجلاس تاج محل ہوٹل میں ہوا پبلک جلسہ کی صورت میں چونکہ ممکن نہ رہا تھا اس لئے "رجعت پسندوں نے حسرت موہانی گروپ کو نو دو گیارہ کر دیا اور اس پرائیویٹ میٹنگ میں مسلم لیگ نے ترقی پسند گروپ کے لیڈر مسٹر جناح صاحب کی تحریک سے ایک کمیٹی بنائی جو کانگریس سے مل کر اصلاحات کی سکیم تیار کرے۔ (۲۷) ان حالات کا ہز ہائی نس سر آغا خان "مجاہد آزادی" پر بہت بڑا اثر ہوا انہوں نے غضب کے عالم میں اس روش کو دھتکارتے ہوئے مسلم لیگ کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا جو اسی اجلاس میں پیش ہوا اور قبول کیا گیا---- ان کے بعد آزادی کے دوسرے "عظیم مجاہد" مہاراجہ سر محمد علی آرائے محمود آباد تیسرے صدر کی شان میں جلوہ ہائے صدارت مسلم لیگ ہوئے۔ (۲۸)

تو نیز برسرِ بام آ کہ خوش تماشا ایست

دسمبر ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ کے اجلاس میں جو مسٹر محمد علی جناح صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں سر جیمس سٹن لفٹیننٹ گورنر بھی نگرانی فرمانے آ رہے تھے۔ اس اجلاس میں بمبئی کے اجلاس میں بنائی گئی کمیٹی کا فارمولا پاس ہوا اور "مسلم لیگ، کانگریس" میں "عقد" ہو گیا۔ خوب تالیاں بجیں مبارک سلامت کی صوتیاتی لذتیں حاصل کی گئیں اور یہ سب کچھ مسٹر محمد علی جناح صاحب بیرسٹر اور مسٹر اے رسول صاحب بیرسٹر کی کاوشوں، محنتوں، قربانیوں اور جانفشانیوں سے ہوا (۲۹) جسے بعد میں مسلم لیگ والے بڑے طمطراق سے میثاق لکھنؤ کے مقدس نام سے یاد کرتے ہیں اور اس کامیابی پر اتراتے ہیں۔ پہلے کانگریس سے لاتعلقی وجہ اعزاز و کمال تھی اب تیس سال بعد لیگ کانگریس کا "وصال کامل" بھی اعزاز ہے۔

تمہاری زلف میں آئی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو مرے نامۂ سیاہ میں ہے

نیشلسٹ مسلمان کانگریس میں شامل ہوں، یا اس سے تعاون کریں تو وہ زرخرید غلام، ذلہ ربا، ذلیل، رسوا، کمینے، گھٹیا، بکاؤ مال، شو بوائے اور مسلم لیگی اکابر و اصاغر فرنگیوں کے گماشتے رہیں یا کانگریس کے مطیع و فرمانبردار--- تو یہ "آزادی کے علم بردار" اور یہ مسلم لیگ، آزادی کی عظیم الشان کامیاب تحریک!

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

پھر اسی اجلاس میں پاس کیا گیا کہ کانگریس کی ہی اسکیم اصلاحات پاس کی جائے۔ کہیں تو ہندو برہمن سے قریب ہونا دو قومی نظریہ کے خلاف اور نیشلسٹ مسلمان غدار اور یا یہ عالم کہ کانگریس کی متفقہ اسکیم اصلاحات پاس کی جارہی ہے اور اس کی روشنی میں پورے ہندوستان میں یہ کانگریسی مسلم لیگ سیاسی ترقی کی شاہراہ پر چل نکلتی ہے

۲۷- روشن مستقبل ص ۳۹۲--------- ۲۸- روشن مستقبل ص ۳۹۳------- ۲۹- روشن مستقبل ص ۳۹۵

اس دور خی، بدرنگی اور بے حمیتی کا نام ہے حریت، مساوات، اور عدل؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

مسلم لیگ جو کچھ بھی کرتی رہے وہ سب بلندیٔ فکر، علم، پیش بینیٔ حالات، جدید سیاسی ٹیکنیک، افق تک پہنچنے والی نگہ بلند کے کرشمہ ہائے کمال- اور یہی عمل اگر نیشلسٹ مسلمان اپنائیں تو وہ اب تک مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے کر دیئے جاتے ہیں- عبید اللہ صاحب ملاحظہ فرمائیں-

ایں گناہیست کہ در شہر شمانیز کنند

یہ ہے مسلم لیگ کی زریں تاریخ حریت---- جو فکر و عمل کی وادیوں میں بار بار بھٹکتی ہے، گرتی ہے، زخموں سے چور چور ہوتی ہے---- دربار فرنگ سے مسلسل دھتکاری جاتی ہے اور بلاخر ہندو کی مشرک کانگریس کے ساتھ مشرکانہ اشتراک و اتحاد کے لئے جھک جاتی ہے- کیا یہ درست نہیں کہ

مسلم لیگ سروں، خان بہادروں اور نوابوں کی مفاداتی تخلیق ہے-

مسلم لیگ سرکاری اشاروں پر اپنے "عمل صالح" کے رخ بدلتی رہی-

مسلم لیگ کانگریس سے الگ ہوئی سرکار کی منشاء سے اور عقد ثانی ہوا تو گورنر کی نگرانی ورضا سے اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مسٹر اے رسول بیرسٹر اور مسٹر محمد علی جناح بیرسٹر گورنر کی نگاہ انتخاب کے معمول تھے- اور یہ تمام کارروائی صرف اس لیے کی گئی کہ ہندوستان میں مولانا شبلی، مولنا محمود حسن اور مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی بے پناہ علمی فکری کاوشوں، عملی جدوجہد اور قربانیوں سے سیاسی فضا تبدیل کر دی تھی اور انگریز اس سے بہت خائف تھا- انگریز نے بھانپ لیا تھا کہ انقلابی مسلمان نے ہندو بزدل قوم میں بھی انقلاب کی لہر بیدار کر دی ہے اگر یہ دونوں طبقے مل گئے تو میرے اقتدار کے دن بہت تھوڑے رہ جائیں گے- اس نے اپنے گورنر کی نگرانی میں اپنے درباری لوگوں کو ہندو مسلم اتحاد کا نمائندہ بنایا کیونکہ ان دونوں جماعتوں کی اساس سلطنت و تاج برطانیہ سے وفاداری، غلامی، اور تابعداری پر تھی---- بہ خلاف دیگر نیشلسٹ مسلمانوں کے-

----- یہ تھی مسلم لیگ کے "کارناموں" کی سرگزشت! جو ہمیں محض اس لئے دھرانا پڑی کہ تحریک آزادیٔ برصغیر کی خاطر اپنی جانوں کو وارنے والوں اور آزادی کے راستے میں بند باندھنے والوں کے کردار کی نشاندہی کی جا سکے- اور تاریخ کا دوسرا رخ بھی قارئین کے سامنے رکھا جائے جو نام نہاد اور جانبدار تاریخ نویسوں نے عمداً نظروں سے اوجھل کر دیا ہے-

عبید اللہ قدسی ایسے مصنفین کو یہ حقیقت اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ اب ان کا دور لد گیا اور حقیقت و سچائی نکھر کر سامنے آرہی ہے- یہ حق و صداقت کی قوت کا ہی اعجاز ہے کہ مفاد پرست قلم کاروں کے پھیلائے ہوئے

بقیہ صـــ ۳۲ پر

محمد سعید الرحمٰن علوی

مولانا ابوالکلام آزاد پر ایک تہمت کی حقیقت

مولانا ابوالکلام آزاد کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے جو مقام بلند عطا فرمایا تھا اُس کی کوئی نظیر متعدد گذشتہ صدیوں میں نظر نہیں آتی پھر ان کی جامعیت، ہر دائرے میں مرتبہ بلند پر فائز، ان سب نعائم الٰہی کے بعد اپنے معتقدات کے لیے عمل کی ہمت، ان پر کاربندی کی مردانگی، اور راہِ حق و صداقت میں ہر قسم کی تکلیفیں بے توقف جھیل لینے کی لامتناہی استطاعت۔

میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا جس نے تیس برس کی عمر میں دنیا بھر کی آنکھیں فرطِ عقیدت سے اپنے لیے فرشِ راہ دیکھی ہوں پھر جب معتقدات کے لیے مجاہدے کا وقت آیا تو ہر دل عزیزی کی ہر متاع بے دریغ قربان کر دی ہو یہاں تک کہ وہ اس اقلیم کا معتوب ترین آدمی رہ گیا ہو، بایں ہمہ معتقدات کی مشعل ہاتھ میں لیے کھڑا ہو۔

(خطوط مہر، مرتبہ انیس جیلانی ص ۳۵)

ملک کی آزادی کے لیے سعی و کوشش اصحاب غیرت و ہمت کا کام ہوتا ہے، مولانا (ابوالکلام) ارباب عزیمت میں بھی نہایت ممتاز درجے پر فائز تھے۔

انہوں نے اٹھارہ بیس سال کی عمر میں آزادی وطن کا عزم استوار کر لیا تھا کیونکہ ہندوستان کی آزادی بجائے خود بھی حد درجہ ضروری تھی اور اس لیے بھی ضروری تھی کہ آبنائے طارق سے ہندوستان تک آبی راستے میں جتنے اسلامی ملک آتے تھے وہ سب ہندوستان کی محکومی کے باعث محکوم ہوئے۔ دنیائے اسلام کے بہت بڑے حصے کی آزادی ہندوستان کی آزادی پر موقوف تھی اس لیے مولانا کہا کرتے تھے کہ ہندوؤں کے پاس آزادی کے لیے قربانیوں کی صرف ایک وجہ ہے مسلمانوں کے لیے دو وجہیں ہیں۔

(کتاب مذکورہ ص ۳۶)

یہ دو اقتباس انیس جیلانی کے بقول "لاہور کے ادبی قطب" (کتاب مذکورہ ص الف) مولانا غلام رسول مہر مرحوم کے ہیں جو نامور صحافی، صاحبِ طرز ادیب، ان گنت علمی و تاریخی کتابوں کے مصنف، مؤلف اور مترجم تھے، وضع داری، شرافت، مروّت اور اعلیٰ انسانی و اسلامی اخلاق کا مرقع --- مدۃ العمر مولانا آزاد سے ان کا ربطہ رہا حتی کہ دورِ

جوانی میں مولانا کی "تحریک حزب اللہ" کے رکن رکین رہے۔

لاہور میں بہت سے لوگ زندہ ہیں جو اس بات کے گواہ ہیں کہ مہر مرحوم کہتے تھے کہ "میں نے صرف ایک معاملہ میں مولانا سے اختلاف کیا---- اور وہ تھا آزادی کے بعد ملک کی وحدت و تقسیم کا معاملہ، کہ میں اس معاملہ میں مولانا کی رائے سے اتفاق نہ کر سکا"

تاہم اس اختلاف کے باوجود مولانا آزاد سے تعلق خاطر میں کمی نہ آئی اور باہمی دو مذہب سے تعلق رکھنے والے دو شرفا کی آپس میں نبھ جاتی ہے محبت و احترام کا سلسلہ قائم رہا یہی رویہ "شرفا" کا ہوتا ہے---- محدث عصر مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے بقول: لیکن ایک مذہب کے دو کمینے ایک دن اکٹھے نہیں رہ سکتے۔"

بہر حال مولانا مہر اس بات کا بھی کھلے بندوں اظہار فرماتے کہ "اب (اور یہ قصہ ہے پاکستان کے چند سال بعد کا) احساس ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں بھی مولانا ہی کی رائے صحیح اور انسب تھی اور ہم اس معاملہ میں جذبات کا شکار تھے۔"

خیر---- سوال اُوپر دیئے گئے اقتباسات کا تھا، مولانا مہر کے محتاط، متوازن اور معتدل قلم سے ابوالکلام کے کردار و عمل کی صحیح تصویر سامنے آتی ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ وہ اتنے عظیم انسان اور عبقری تھے کہ ان کی یہی عبقریت اور بڑا پن یاروں کی نگاہوں میں کھٹکنے لگا اور ان کی زندگی اور زندگی کے بعد بھی ان کی ذات گرامی کے متعلق ایسے ایسے شوشے چھوڑ گئے کہ الامان!

مولانا آزاد نے زندگی بھر ایک اصول قائم رکھا کہ حسد کے ماروں کو جواب نہیں دینا اور ایک مولانا ہی پر کیا منحصر ہے ہر وہ آدمی جو زندگی کو قدرت کا عطیہ اور امانت سمجھتا ہے اور احساس رکھتا ہے کہ صبح قیامت اسے زندگی کے اعمال کا حساب دینا ہے وہ منفی اور لایعنی چیزوں کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے عظیم رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق گالی گفتار کے ہر رسیا کا جواب صرف خاموشی اور دعاء ہدایت سے دیتا ہے۔

قرآن عزیز کے اپنے دور کے سب سے بڑے مفسر---- ابوالکلام کی روح جہاں علوم قرآنی کے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن رہی وہاں سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ اور عصر حاضر کی ضروریات کے نقطہ نظر سے اس کی ترتیب جدید بھی ان کا عمر بھر کا معمول رہا اس لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ ان منفی مشاغل میں حیاتِ مستعار کے لحات ضائع کرتے، انہوں نے مسلمانوں کی بلا شرکت غیرے دعوے دار قیادت کے مدعی جناب محمد علی جناح سے لے کر خانقاہ تھانہ بھون کے فیض یافتہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی تک کسی کو بھی جواب دینے کی ضرورت محسوس نہ فرمائی اور حسد کی وجہ سے دل کے پھپھولے پھوڑنے والے ہر کودن کو جواب دیا تو محض اتنا کہ:

بدم گفتی و خور سندم عفاک اللہ نکو گفتی
زبان تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

البتہ معاملہ جب دین و ایمان کا ہو تو پھر خاموشی جرم ہوتی ہے۔ چنانچہ ان کی حیات مستعار میں "جوابی

کارروائی" اسی وقت نظر آتی ہے جب ان کے افکار و معتقدات دینیہ پر ناروا حملہ ہوتا ہے۔
مولانا کے مخلصین نے بھی مولانا کے خلاف ژاژخائی کرنے والے عناصر کے معاملہ میں یہی رویہ اختیار کیا جس کی ایک خوبصورت مثال مولانا مہر ہیں جو ان دیار میں مولانا کے سب سے بڑے عقیدت مند، نیاز مند، اور سب کچھ تھے۔ ان کے سامنے مولانا کے متعلق کیا کیا کہا گیا لیکن مولانا نے اپنے "مرشد" کی طرح ان باتوں کی مطلق پرواہ نہ کی--- بڑی خاموشی اور خلوص ولگن سے مولانا کے سرمایہ علمی کی اشاعت میں مصروف رہے کہ "جہالت" کا سب سے اہم علاج یہی ہے۔ البتہ مولانا کے اعتقادات دینی پر جب بے دردوں نے حملہ کیا تو مہر کی غیرت نے خاموش رہنا گوارا نہ کیا۔

ان حوالوں سے ہٹ کر مولانا کی زندگی اور مرنے کے بعد بڑے بڑے عفت ماب لوگوں نے خوفِ خدا اور مسئولیت آخرت سے بے نیاز ہو کر شور و غل مچایا جس کی ایک بدترین مثال پنڈت جواہر لعل نہرو کے عتاب کا شکار ان کے سیکرٹری متھائی کا رویہ ہے جس نے نہرو کے غصہ و عتاب کا بدلہ ابوالکلام کی شراب نوشی کی داستان گھڑ کر لیا--- متھائی غیر مسلم تھا اس کے لیے جھوٹ سچ کا کوئی معاملہ نہ تھا لیکن اس کی انگریزی کتاب کو "مقدس اُردو" کا جامہ پہنا کر "پاکستان کے دشمنانِ ابوالکلام" کی روح کی تسکین کا سامان جس نے فراہم کیا وہ لاہور کے ایک نامور اسلامی صحافی شامی صاحب ہیں جو ماشاء اللہ "اسلامی صحافت" کی برکات کے سبب اب لاہور کے بڑے متمول لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔

ان صاحب نے ایک موقعہ پر قادیانیت کی تردید میں لکھی جانے والی کتابوں کے لاتعداد صفحات نقل کر کے اپنے رسالہ کا ایک "نمبر" شائع کر دیا تو ہمارے دوست مولانا اللہ وسایا صاحب، مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوّت نے انہیں "مجاہدین ختم نبوّت" میں شامل کر ڈالا--- فیاحسرتا--- خیر بات لمبی ہو گئی قصہ تھا مولانا آزاد اور ان کے مخلصین کی جوابی کارروائی کا--- تو مولانا نے جوابی کاروائی کی یا مولانا مہر نے، ہر دو کا تعلق عقیدہ کی بحث سے ہے، ظاہر ہے کہ انسان کے پاس اصل سرمایہ عقیدہ کا ہی ہوتا ہے، اسی پر بخشش و نجات کا مدار ہے، ایسے شوشوں پر خاموشی بجائے خود جرم ہے۔

جس کتاب کے دو اقتباس ہم نے ابتداء میں دیئے تھے اس کا ٹائیٹل ہے "خطوط" اور نیچے محض نام ہے "مولانا غلام رسول مہر" کا۔ ایک قاری کے لیے ابتداء میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ یہ خطوط مولانا مہر کے ہیں یا انہوں نے کسی کے مرتب کئے ہیں۔

۱۹۸۳ء کی اس مطبوعہ کتاب کا نسخہ انہی ایام میں میرے انتہائی مخلص کرم فرما اور مرحوم مولانا آزاد کے عاشق صادق ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری نے کراچی سے ارسال کیا تھا، اس کے مرتب "انیس جیلانی" صاحب نے خطوط کی ترتیب اور ان پر حواشی کے معاملہ میں جس بدذوقی کا معاملہ روا رکھا اور اپنے "گراں قدر حواشی" میں مولانا

آزاد، مولانا سندھی اور مولانا مدنی جیسے اساطین ملت پر کیچڑ اچھالا اور خود مولانا مہر کو بے جا اور بے رحمانہ تنقید کا نشانہ بنایا اس سے ان کے ذوق و مسلک کی نشاندہی بخوبی ہو جاتی ہے --- اس لیے ان ایام میں احقر نے ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور کے مدیر کے طور پر اس پر ایک مختصر تبصرہ لکھا اور انیس صاحب کو توجہ دلائی کہ مرحوم لوگوں پر اس طرح کیچڑ اچھالنا مناسب نہیں، تنقید کرنی ہی ہے تو اس کے بھی آداب ہوتے ہیں۔ لیکن انیس صاحب جس قافلہ کے قلم کار ہیں ان سے یہ توقع ہی بے جا ہے پھر بقول خود جب ان کی ساری علمی و فکری تربیت مرحوم رئیس احمد جعفری کے یہاں ہوئی ہو تو "تنقید کے حدود" کا کون خیال رکھے گا؟

مرحوم رئیس احمد جعفری وہ بزرگ ہیں جو خانقاہ تھانہ بھون کے فیض یافتہ سید سلیمان ندوی قدس سرہ کے فیض یافتہ اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے ہم مسلک ہونے کے سبب مولانا آزاد مرحوم سے خاص بیر رکھتے، اس سونے پر سہاگہ ان کی ایسی "مسلم لیگیت" تھی جس میں اخلاقی روایات کی پاسداری کا سوال ہی نہیں---- مرحوم جعفری نے مولانا کی کتاب "ہماری آزادی" کا ترجمہ کے نام پر جس طرح جھٹکہ کیا اس کو کم سے کم درجہ میں "علمی بددیانتی کا شاہکار" کہا جا سکتا ہے۔

جعفری صاحب ان گنت کتابوں کے مصنف مؤلف اور مترجم تھے، معروف اہل حدیث عالم مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے ترجمہ میں ان کی چابکدستی کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا کہ "جو بات سمجھ نہ آئی، اسے نظر انداز کر دیا۔"

مدتوں ان کے ساتھ کام کرنے والے میرے کرم فرما جناب محمد اسحاق بھٹی کے ایک مطبوعہ مضمون میں جعفری صاحب کے قلم کے کارناموں کا دلچسپ تذکرہ ہے ایسے "نابغہ" کی تربیت میں رہنے والے سید انیس شاہ جیلانی سے مولانا آزاد اور ان کے عقیدت کیش مولانا مہر کے متعلق انصاف کی توقع ہی عبث ہے انیس صاحب نے اس کتاب میں جو بے ہنگم حواشی گھسیٹے ہیں ان میں ص ۱۷ پر مولانا عبدالمجید سالک مرحوم کی کتاب "یارانِ کہن" (ص ۴۲) کا اقتباس درج کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "مولانا آزاد مرزا غلام احمد کے دعاوی سے تو کوئی سروکار نہ رکھتے البتہ ان کی حمیت و غیرت اسلامی کے قدردان تھے اسی قدردانی کے سبب انہوں نے "وکیل" (امرتسر) کے ایڈیٹر کے طور پر مرزا صاحب کی وفات پر شذرہ لکھا اور لاہور سے بٹالہ تک جنازے کے ساتھ گئے۔

سالک بھی، مہر صاحب کی طرح مولانا آزاد کے عقیدت کیشوں میں سے تھے، ان کے حوالہ سے ایک تاثراتی کتاب میں یہ بات بڑی عجیب تھی بدقسمتی سے سالک کے والد اور بھائی قادیانی تھے لیکن سالک مرحوم خود اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحیح العقیدہ مسلمان---- اس کا اقرار و اعتراف سالک کے خطوط کے مجموعہ "نوازش نامے ص ۱۵-۱۶" میں ہے اس کے علاوہ "بزم سالک" کے ایک حاضر باش اور میرے کرم فرما حافظ ریاض احمد اشرفی رحمہ اللہ اور سالک کے ہونہار فرزند مکرمی ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے پوری دیانت داری سے اس کی شہادت دی۔ "یارانِ کہن" کے اس اقتباس کا قادیانی حضرات نے بارہا ذکر کیا لیکن قادیانی حضرات سے ہمیں کیا شکوہ؟ جو لوگ صحابہؓ کرام

رضی اللہ عنہم اور اساطین امت کی بعض نامور شخصیات کے حوالہ سے "اجرائے نبوت" کا دعوی رکھتے ہوں اور ایک بے ننگ و نام کو مسند نبوّت پر بٹھاتے ہوں ان کے نزدیک ابوالکلام بے چارے کی کیا حیثیت---- ویسے بھی قادیانی حضرات کی مسلم لیگ سے گہری دوستی و تعلق بھی ان کے لیے ابوالکلام کے خلاف پروپیگنڈے کا جواز فراہم کرتا ہے چونکہ سالک، مولانا آزاد کے کٹر سیاسی مخالف تھے اسی مخالفانہ ذہنیت کی وجہ سے ان سے لغزش ہوئی جس کی تصحیح ایک خط میں مولانا آزاد کی ہدایت پر آپ کے سیکرٹری اجمل خان نے کردی جو اجمل خان کی طرف سے مولانا کی تحریرات کے مجموعہ میں شامل ہے اور ہفت روزہ چٹان نے بھی ۱۹۵۶ء میں اس کو شائع کردیا۔ (۱)

اسی خط پر سالک نے اجمل صاحب کو خط لکھ کر مولانا سے معذرت چاہی وہ خط بھی "چٹان" میں مندرج ہوا اور انیس صاحب نے ص ۲۱ پر نقل کرکے اس پر بھی بھرپور طنز کی جو ان کے مزاج کا حصہ ہے۔

سالک مرحوم نے انیس صاحب کے خطوط کے جواب میں جو لکھا وہ سالک کے مجموعہ خطوط "نوازش نامے" (ص ۱۰ تا ۲۱) کے علاوہ اس کے اقتباس اس مجموعہ میں بھی ۱۸-۱۹ پر ہیں--- اس میں سالک صاحب نے دھلی میں اس دوران مولانا سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

> "دہلی میں مولانا ابوالکلام آزاد سے ملاقات ہوئی۔ دورانِ ملاقات میں انہوں نے فرمایا آپ میرے مدت العمر کے عزیز ہیں اس لیے مجھے شکایت ہوئی کہ خلاف واقعہ بات آپ کے قلم سے کیوں نکلی؟" (ص ۱۹)

اس کے بعد اس پر بحث بالکل فضول ہے۔ قادیانی یا انیس جیلانی جیسے دشمنانِ ابوالکلام---- جی نہیں دشمنانِ دین و شرافت اس عظیم انسان کے دامن پر چھینٹے برسانے کی لایعنی تدبیریں کریں تو ان کی مرضی---- انہیں احساس ہونا چاہیے کہ اس پر فریب دنیا کا قصہ جلد ہی تمام ہوا چاہتا ہے، پھر ہم سب اُس خدائے بزرگ و برتر کے حضور حاضر ہوں گے جو کسی کی رعایت کرے گا نہ کسی کی سفارش مانے گا، جہاں جھوٹے گواہ ہوں گے نہ دھن دھونس دھاندلی، اس وقت کی سختیوں سے بچنے کے لیے اپنے طرزِ عمل کی اصلاح ازبس لازم ہے--- "توبوا الی اللہ توبۃً نصوحاً" مولانا کے دامن پر جو چھینٹے برسائے جاتے ہیں ان میں "نزول مسیح" کے حوالہ سے بھی ایک چھینٹا ہے---- سیدنا مسیح علیہ السلام انبیائے سابقین میں ایک ایسے بزرگ ہیں جن کی ولادت سے ہی ان کے متعلق معجزات کا ظہور سامنے آنے لگتا ہے، قرآن عزیز نے ان کی داستانِ حیات کی اکثر کڑیاں ذکر فرمادی ہیں---- مولانا

۱۔ مولانا عبدالمجید سالک نے ایک کتاب یارانِ کہن کے نام سے لکھی ہے۔ جس میں بعض بے بنیاد باتیں مولانا کے متعلق درج ہیں مثلاً یہ کہ مولانا مرزا غلام احمد کی کتب سے بہت متاثر ہوئے یا جنازے کے ساتھ قادیان گئے وغیرہ۔ مناسب یہ ہے---- کہ سالک صاحب خود اس کی تردید کردیں---- "وکیل" میں مرزا غلام احمد کی وفات پر جو مقالہ افتتاحیہ چھپا تھا وہ منشی عبدالمجید کپور تھلوی کا لکھا ہوا تھا۔ مولانا کا اس اداریہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔" (مکتوب محمد اجمل خان ہفت روزہ "چٹان" لاہور ۱۳ فروری ۱۹۵۶ء)

حفظ الرحمان رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب "قصص القرآن" کی آخری جلد میں ان تفصیلات کو مرتب فرما دیا ہے۔

یہود کی مذہبی عدالت کی چیرہ دستی سے جب اس معصوم انسان کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تو موت و حیات کے مالک رب نے انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھا کر قرب قیامت تک آسمان پر زندہ رکھنے اور قرب قیامت میں دنیا میں بھیجنے کا اعلان فرما دیا۔

ان کے رفع الی السماء کی تصریح قرآن عزیز کی سورہ آلِ عمران آیت ۵۵ اور سورہ النساء آیت ۱۵۸ میں موجود ہے۔ جبکہ سورہ زخرف آیت ۶۱ میں انہیں علمٌ للساعۃ کہا گیا اور احادیث مبارکہ میں ان کے رفع و نزول کا بسط و تفصیل سے ذکر ہے، استاد مکرم مولانا محمد شفیع سرگودھوی رحمہ اللہ اس معاملہ کو حدیثی حوالہ سے متواتر قرار دیتے ہیں۔ مولانا آزاد قدس سرہ نے صاف صاف بات لکھی۔

> "قرآن آچکا اور دین کامل ہو چکا--- دین اسلام اپنی تکمیل میں اب کسی نئے ظہور کا محتاج نہیں--- ہاں بلاشبہ احادیث میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ایک ایسے نزول کی خبر دی گئی ہے جو قیامت کے آثار و مقدمات میں سے ہوگا کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ ان کا ظہور بہ حیثیت رسول کے ہوگا یا تکمیل دین کا معاملہ ان کے نزول پر موقوف ہے۔"

اس سیدھی سادی بات کو اس طرح غلط معنی پہنائے گئے کہ الاماں--- سلفی حضرات جن کی کانفرنسوں اور جلسوں میں بارہا مولانا شریک ہوئے، انہوں نے اس آڑ میں مولانا پر "حجیت حدیث" کے انکار کا الزام تک لگا دیا جو بڑی افسوسناک روش تھی۔ سیدنا مسیح کا ایک خاص حوالہ سے نزول--- ایک حقیقت ہے اور مولانا اس کے معترف و مقر ہیں جبکہ تکمیل دین کی بات سب سے بڑی حقیقت ہے اور اس سے ملتی جلتی یہ حقیقت کہ "نجات کے لیے کسی نئے ظہور پر ایمان" کا کوئی سوال ہی نہیں، اعتقادات کا باب مکمل ہے اور بس۔ مسلمان قوم ان آخری صدیوں میں جن حوادث سے دوچار ہوئی اور اس کی قسمت کی ڈوری جس طرح الجھی اس کے سلجھانے کا معاملہ جب ان سے نہ ہو سکا تو انہوں نے الف لیلوی انداز میں نئے نئے ظہور کی باتیں شروع کر دیں جس کے بعد ان کے دلدر دور ہوں گے--- اس تصور کی تہہ میں اصل سازش یہود کے عجمی ایڈیشن سبائیت کی کارفرما تھی جس نے ابتدا ہی سے اسلام کی اپوزیشن کا رول ادا کرنا شروع کر دیا تھا اور مسلمانوں کے ہر معاملہ بالخصوص ان کے معتقدات کا حلیہ بگاڑنے کی بھرپور سعی کی اسی بگاڑ کا ایک حصہ ایک ایسے "مھدی" کا تصور تھا جو ان کے "مزعومہ ائمہ معصومین" کی آخری کڑی ہے--- اس کا نام من گھڑت روایات کے مطابق محمد ہے تو لقب مھدی--- وہ پیدا ہو چکا ہے لیکن مستقبل میں مسلمانوں کی عظمت کا پھریرا لہرانے والا فی الحال بزدلی کے سبب روپوش ہے--- ھذا خلیفۃ اللہ المھدی کی صدائیں اس کے لیے آسمان سے آئیں گی اور وہ چٹکیوں میں سارے مسائل حل کر دے گا--- شیعہ نے اپنا الو سیدھا کیا اور "سُنی مُنی سُنّی" ان کی سازش کا شکار ہو کر اس کے انتظار میں نہ صرف ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ گئے بلکہ اس پر ایمان کو

عقیدہ کا حصہ بنا ڈالا حتیٰ کہ "ہر صدی کے مجدد" کو بھی اسی کھاتہ میں شمار کر لیا جبکہ احادیث میں "مجدد" کا ذکر اس حوالہ سے ہے کہ وہ دین کو "بدعات و تحریفات" سے پاک کرے گا لیکن وا حسرتا کہ مجدد کے معاملہ میں بدعت و تحریف کا رویہ اپنا لیا گیا اور ابوالکلام جیسے دین شناسوں نے صحیح بات کہی تو ان پر بد عقید گی اور حجیت حدیث کے انکار کا الزام لگا دیا--- انا للّٰہ وانا الیہ راجعون-

اس حوالہ سے مولانا کے جو خطوط تھے وہ ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" کی اشاعت فروری ۱۹۸۸ء میں چھپ چکے ہیں- تازہ کرنے کی غرض سے انہیں دوبارہ دیکھ لیں، ہم نے انیس جیلانی جیسے حاسدین کی بات کی صفائی کے ساتھ اس معاملہ کو بطور خلاصہ پیش کر دیا تا کہ سیدھے سادے مسلمان "عظیم آزاد" کے معاملہ میں بدگمانی کا شکار نہ ہوں-

پسِ تحریر

احقر نے "مولانا ابوالکلام آزاد پر ایک تہمت کی حقیقت" والی تحریر لکھی تو میرے بہت ہی عزیز دوست سید کفیل بخاری نے بجا طور پر اس طرف توجہ دلائی کہ نفس معاملہ کے حوالہ سے اصولی بات بجا طور پر آ گئی لیکن انیس شاہ جیلانی صاحب نے اپنے مخصوص ذوق و مسلک کے حوالہ سے جو گند اچھالا ہے اور مولانا عبدالمجید سالک نے ماننے کے باوجود چور دروازے کھلے رکھے ہیں (تاریخ کا ریکارڈ درست رکھنے کے لیے) ان پر گرفت ضروری ہے- جہاں تک اس تحریر مطبوعہ کے مرتب اور مولانا غلام رسول مہر مرحوم کے مکتوب الیہ انیس شاہ کا تعلق ہے ان کے متعلق اوپر کی تحریر میں جتنا کچھ آ گیا ہے اس پر کسی اضافہ کی ضرورت نہیں، موصوف کی جن گودوں میں تربیت ہوئی وہ جس ماحول میں پلے بڑھے اور جس حلقہ کی عظمتوں کے وہ اسیر ہیں، ان سے یہ توقع ہی عبث ہے کہ وہ خیر کی بات مانیں گے، مولانا غلام رسول مہر جیسے اپنے محسن کے خطوط پر انہوں نے جو زہریلے حاشیے چڑھائے ہیں وہ محسن کشی کی بدترین مثال ہے پھر ان حواشی میں مسلم لیگ کی سیاست سے اختلاف رکھنے والے مردان احرار پر جس طرح چھینٹے برسائے ہیں ان کی اندرونی کیفیت اس سے واضح ہو جاتی ہے مرحوم آغا شورش پر ان کی طعنہ زنی کی تو حد نہیں، محض اس لیے کہ شورش، غالی ابوالکلامی" ہیں (اس قسم کی اصطلاحات آپ کو بہت ملیں گی) چونکہ سالک صاحب کی کتاب "یارانِ کہن" چٹان سے چھپی جس سے یہ ساری بحث چھڑی اس لیے انیس صاحب عجیب و غریب طریق سے آغا صاحب پر برسے ہیں لیکن وہ یہ بھول گئے کہ آغا صاحب انسان تھے معصوم نہ تھے مولانا عبدالمجید سالک پر اعتماد کر کے انہوں نے مسودہ چھاپ دیا اور کچھ نہیں، اس پر اس قسم کے حواشی چڑھانا کہ گویا آغا صاحب دوطرفہ مفاد حاصل کرنے کے چکر میں تھے انیس شاہ کی بدذوقی کی انتہا ہے اس لیے ان کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہاں مولانا سالک کے حوالہ سے چند گذارشات کا اضافہ پیش خدمت ہے-

یہ صحیح ہے کہ مولانا سالک قادیانی نہ تھے اور وہ عقیدہ کی حد تک امت کے سواد اعظم کے ساتھ متفق تھے،

تاہم عصرِ رواں کے "روشن دماغ" انسانوں کی طرح اس قسم کے مسائل میں رواداری کی غلط بیماری اغلباً ان میں بھی تھی گو کہ رواداری شرعاً اچھی چیز ہے پھر بھی اس کی کوئی حدود ہیں رواداری کا یہ مفہوم قطعاً نہیں کہ آدمی ملت کی جڑیں کھوکھلی کرنے والوں کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کر دے۔ مولانا ابوالکلام آزاد ایک کھرے مسلمان تھے، عقائد کے باب میں اسلاف امت کے سے عقائد رکھتے کاش ان کی تفسیر مکمل ہو جاتی تو سورۃ الاحزاب کی آیت خاتم النبین پر ان کے قلم کی روشنی بہت سوں کے دماغی خلل کے علاج کا باعث بن جاتی اس کے باوجود ان کی بہت سی تحریریں اس حوالہ سے پیش کی جا سکتی ہیں جن میں "میرا عقیدہ" کے عنوان سے چھپنے والے خطوط بڑے اہم ہیں جن میں مولانا مرحوم نے عقیدہ ختم نبوت پر اچھوتے انداز سے روشنی ڈالی ہے لیکن یہ ساری باتیں حقیقت شناس لوگوں کے لیے ہیں۔ انیس شاہ جیسے لوگ جو ابوالکلام کی "کانگریس زدگی کا خاص انداز سے ذکر کرتے ہیں ان پر اثر ہو تو کیوں کر؟ ایسے لوگ بلامبالغہ ختم اللہ علی قلوبھم کا مصداق ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ورنہ کانگریس کی شرکت جرم تو نہ تھا اور پاکستان کے ۴۶ برس بعد مسلم لیگ کی پاکدامنی و عفت مآبی واضح ہو چکی ہے---- رہ گیا مولانا سالک کا معاملہ، تو مولانا آزاد کے سیکرٹری اجمل صاحب کے وضاحتی خط اور دھلی میں بوقت ملاقات مولانا آزاد کی ذاتی وضاحت کے بعد بھی اپنی تحریر کو حقیقت قرار دینا اور اس پر اللہ میاں کی گواہی ڈالنا (ص ۱۷) نرم سے نرم الفاظ میں مولانا سالک کی افسوسناک جسارت تھی جس کی توقع ان سے نہ تھی، کیا یہ خاندانی بزرگوں کے احترام کا معاملہ تھا جو بقول سالک قادیانی تھے (ص ۲۱) یا اس کا سبب کوئی دوسرا تھا، میرے لیے اس کا فیصلہ کرنا مشکل ہے آج سالک مرحوم زندہ ہوتے تو ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیتا اور اس معاملہ کی وضاحت چاہتا کہ روبرو مولانا کی تردید و وضاحت کے بعد انہوں نے غریب و مظلوم ابوالکلام پر اس تہمت کو کیوں روا رکھا؟ بدقسمتی سے انگریزی راج کے بعد یہاں عقیدہ و مذہب کا معاملہ بہت سے بڑے لوگوں کے نزدیک جس طرح ثانوی قرار پایا وہ ایک المناک داستان ہے، آج بہت سے افراد کے حوالہ سے غیر مسلم خواتین سے شادی یا اپنی صاحبزادیاں غیر مسلم افراد سے بیاہنے جیسی جتنی باتیں ہیں وہ سب اس لیے ہیں کہ یہاں مذہب کو ثانوی درجہ دے دیا گیا؟ سالک صاحب ایک تو بٹالہ کے فرد تھے جس کا جغرافیہ قادیان سے جڑا ہوا تھا پھر خاندان کے بہت سے افراد قادیانی تھے جیسا کہ خود ان کا اعتراف ہے اس لیے قادیانیوں کے مسئلہ کو شاید زیادہ اہمیت نہ دیتے اور دیوبندی بریلوی یا شیعہ سنی کی طرح جھگڑا خیال کرتے حالانکہ شیعہ سنی جھگڑا بھی محض ایسا نہیں بلکہ فی الحقیقت ہر گمراہی کی جڑ ہے، بہرحال انہوں نے ایک بڑی زیادتی کی مولانا ابوالکلام کی ذاتی اور ان کے سیکرٹری کی وضاحت کے باوجود بھی اپنے ناروا اور غلط موقف پر ڈٹے رہے اور یہ نہ سوچ سکے کہ جس طرح ان کے اخبار "انقلاب" میں ان کی رائے اور موقف کے خلاف بہت سی چیزیں چھپتی تھیں اس طرح "وکیل" کا کوئی شذرہ ابوالکلام کی رائے کے خلاف بھی ہو سکتا ہے جبکہ ابوالکلام "وکیل" کے مالک نہیں ملازم مدیر تھے--- مولانا ابوالکلام کا دامن اس تہمت سے بری الذمہ ہے سالک نے بڑی جسارت اور زیادتی کی ان کا معاملہ ان کے مالک کے سپرد!

❄❄❄

پروفیسر سید محمد شمس الدین
چیچہ وطنی

کیا احادیث نبوی میں جھوٹ کی آمیزش ممکن ہے؟

حضرات محدثین (صحابہ، تابعین، آئمہ سلف) نے کتابت حدیث اور روایت حدیث کو جھوٹ کی آمیزش سے حفاظت کیلئے دو طریقے اختیار کئے ان میں ایک حفظ اور دوسرا کتابت کا طریقہ مروج رہا ہے۔ کتابت حدیث سے یہ حقیقت وانشگاف ہو کر سامنے آتی ہے کہ تحفظ حدیث کے لئے کتابت کو اسلام کی پہلی دو صدیوں میں بہت وسیع پیمانے پر حیرت ناک تسلسل کے ساتھ استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ اور احادیث کا ایک وسیع ذخیرہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قلمبند کرادیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ حفظ حدیث اور تعامل کی نسبت کتابت کا استعمال کم ہوا۔ اس کے اسباب یہ تھے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زمانے میں قرآن کے علاوہ کچھ اور لکھنے سے منع فرمادیا تھا(۱)

۲۔ بہت سے صحابہ و تابعین کو ڈر تھا کہ احادیث کے قلم بند ہو جانے کے بعد لوگ انہیں حفظ کرنے اور زبانی یاد کرنے سے جی چرائیں گے اور کتابت پر بھروسہ کرینگے۔(۲)

۳۔ ان حضرات کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ حدیثوں کے تحریری مجموعے ہاتھ میں لیکر جاہل بھی علم کا دعویٰ کر بیٹھیں گے اور عوام کی گمراہی کا باعث بنیں گے۔(۳)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو غیر معمولی حافظے اور زبانی یادداشت کا جو ملکہ عطا کیا تھا وہ اسے کتابت کے مقابلے میں زیادہ استعمال کرتے تھے اور قلم بند کی ہوئی چیز کو عیب کی طرح چھپاتے تھے۔(۴)

عہد رسالت ﷺ میں کتابت حدیث

وہ حدیث جس میں کتابت حدیث کے متعلق ترک کتابت کا حکم ارشاد ہوا تھا۔ اس کے متعلق ابن قتیبہ کا کہنا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ علم رسم الخط سے پوری طرح واقف نہ تھے اور انکی تحریزوں سے غلطی اور شبہ کا احتمال غالب تھا اور استفادہ شاذ تھا اس لئے آپ ﷺ نے ممانعت فرمائی اور حضرت عبداللہ بن عمرو کو کتابت کی اجازت مرحمت فرمارکھی تھی جو کہ عبرانی و سریانی رسم الخط میں پوری طرح عبور رکھتے تھے۔(۵)

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی نہ صرف اجازت دی بلکہ آپ ﷺ صحابہ کو اس کی تلقین فرماتے (۶) جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابیؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، میں آپ سے حدیث سنتا ہوں وہ مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے، لیکن بھول جاتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استعن بیمینک واوما بیدہ لخط"(۷) حضرت رافع بن خدیجؓ

کو آپ ﷺ نے فرمایا: اکتبو اور حرج (۸) اور حضرت انسؓ کو فرمایا: قیدو العلم بالکتاب (۹) اور حضرت ابن عمرو بن العاصؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیدوا العلم، قلت وماتقييدها؟ قال كتابته (۱۰)

ان واضح احکامات و ترغیبات کا فطری نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام میں ایک جماعت ایسی تھی جو ارشادات انور کو فوری لکھ لیا کرتی تھی۔ چنانچہ متعدد صحابہ کے پاس احادیث کے چند چھوٹے بڑے مجموعے خود عہد رسالت مآب ﷺ میں تیار ہو گئے تھے مختصراً ان کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

الصحیفۃ الصادقۃ:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کتابت حدیث میں بڑے شائق تھے انکے متعلق حضرت ابوہریرہؓ کی یہ شہادت بڑی وزنی ہے وہ فرماتے ہیں: مامن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبداللہ بن عمروفانہ کان یکتب ولا اکتب" (۱۱)

حضرت ابوہریرہ کی مرویات کی تعداد کل ۵۳۶۴ ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی مرویات ان سے کہیں زیادہ ہونگی۔ اس صحیفہ میں احادیث کی کل تعداد ۷۰۰ ہے۔ اور تہذیب التہذیب میں یہ اصول بیان ہوا کہ "عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" سے جو روایت مروی ہوگی وہ اسی صحیفہ سے ہوگی۔ (۱۲)

۲۔ صحیفہ علیؓ

یہ صحیفہ کافی طویل تھا اس میں دیت، خون بہا، فدیہ، قصاص، ذمیوں کے حقوق اور ولاء ومعاہدات کے احکام نیز زکوٰۃ و دیت کے متعلق اونٹوں کی عمریں اور مدینہ کے حرم ہونے کی تفصیلات بھی درج تھیں۔

۳۔ کتاب الصدقہ

۴۔ صحیفہ عمرو بن حزم

۵۔ نو مسلم وفود کے لئے صحائف

۶۔ تبلیغی خطوط

۷۔ جنگی ہدایات

۸۔ عدالتی فیصلے

۹۔ تحریری معاہدے

۱۰۔ جاگیروں کے ملکیت نامے

۱۱۔ امان نامے

۱۲۔ بیع نامے

۱۳۔ وقف نامے

۱۴۔ تالیفات حضرت انسؓ

یہ محولہ بالا مندرجات صحابہ کرام کے ذوق کتابت حدیث کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو ثابت کرنے میں ممد و معاون بنتے ہیں کہ حضور ﷺ لطق نبوت سے نکلی ہوئی ہر بات کو امت کیلئے کتنا ضروری اور اہم سمجھ کر اسے تقیید کتابت میں لانے کی تلقین فرماتے ہیں۔

عہد صحابہ میں کتابت حدیث

صحابہ کرام میں خلفائے راشدین کا حفاظت و کتابت حدیث کے بارے میں رویہ کیا رہا؟

سیدنا صدیق اکبرؓ کے بارے میں اگرچہ محقق نہیں ہے کہ آپ عہد رسالت ﷺ میں احادیث لکھا کرتے تھے البتہ آپؓ کا طرز عمل شغف حدیث کو عیاں کرتا ہے اس کی ایک مثال کتاب الصدقہ ہے نیز بخاری میں وہ خط مذکور ہے جو انہیں بحیثیت حاکم بحرین دیا گیا (۱۳)

حضور ﷺ کی رحلت کا سب سے زیادہ صدمہ آپؓ کو تھا آپؓ نے ذکر حبیب ﷺ کو یادگار بنانے کیلئے حدیث کا وہ ذخیرہ جو انکے حافظے میں تھا اسے قلمبند کیا ام المومنین سید عائشہ طاہرہ مطہرہ فرماتی ہیں:

" جمع ابی الحدیث عن رسول اللہ و کانت خمسماۃ حدیث " (۱۴) اور عام احتمال یہی ہے کہ آپ نے اس مجموعہ کو سیدہ عائشہ کے ہاں برائے اشاعت رکھوا دیا بقول مولانا مناظر احسن گیلانی، " چند لمحوں کے لئے ایک مسلمان یہ خوشی محسوس کرتا

ہے کہ ابتدائے اسلام میں حکومت کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے بعد خود انہی کے خلیفہ نے حدیثوں کا مجموعہ تیار کیا" (۱۵) حضرت شاہ ولی اللہ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کی مرویات کا ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں " یکصد و پنجاہ حدیث از مرویات او در دست محدثین باقی ماندہ است" (۱۶) حال ہی میں مسند ابی بکر صدیقؓ چھپی ہے جس میں آپ کی ۱۴۲ مرویات ہیں۔ صدیق اکبرؓ نے ۵۰۰ احادیث کا جو مجموعہ تیار کیا تھا اسے نذر آتش کر دیا تھا کیونکہ آپ احادیث کے نقل میں محتاط روش کے قائل تھے۔ چنانچہ سیدہ عائشہؓ نے مجموعہ احادیث کو نذر آتش کرنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

" خشیت ان اموت وھی عندی فیکون فیھا احادیث عن رجل قدائتمنتہ ووثقتہ ولم یکن کما حدثنی فا کون نقلت ذاک فھذا لایصح" (۱۷)

حضرت عمرؓ تدوین حدیث کا عزم رکھنے کے باوجود اس کی تکمیل سے باز رہے۔ حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ آپ نے احادیث کو قلمبند کرنے کا ارادہ کیا مگر مشاورت کے باوجود اطمینان نہ ہوا تو فرمایا۔

" جیسا کہ آپ جانتے ہیں میں احادیث لکھنے کا ارادہ باندھ رہا تھا اس دوران مجھے یاد آیا کہ مسلمانوں سے پہلے اہل کتاب نے کتاب اللہ کے ساتھ اور کتب لکھیں پھر کتاب اللہ کو چھوڑ کر انہیں کے ہو رہے بخدا میں کتاب اللہ کے ساتھ کسی چیز کو خلط ملط نہیں کرونگا" (۱۸) احادیث کی تدوین سے آپ کا باز رہنا اور صحابہ کو کثرت روایت سے منع کرنا اعتماد کے فقدان کی بدولت نہ تھا بلکہ علامہ ابن عبد البر کے بقول اس وجہ سے تھا

" ھذا یدل علی ان نعیہ عن الاکثار وامرہ بالاقلال من الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، انما کان خوف الکذب علی رسول اللہ وخوفا ان یکونوامع الاکثار" (۱۹)

خلفائے راشدین نے صرف کتابت حدیث ہی کے بارے میں تشدد سے کام نہ لیا بلکہ انکی احتیاط روایت حدیث میں بھی سہل انگاری کی اجازت نہ دیتی تھی۔ اس ضمن میں یہ واقعہ قابل غور ہے کہ سیدنا صدیق اکبر نے میت کی دادی کی میراث کا ۱/۶ فتویٰ اس وقت دیا جب حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہؓ نے شہادت دی کہ آنحضور ﷺ نے دادی کو میراث کا ۱/۶ ہی دیا تھا۔ اسی طرح جب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اذن طلب کرنے کے بارے میں حضرت فاروق اعظمؓ کو حدیث نبوی ﷺ سنائی تو آپ نے انہیں ڈانٹا اور کہا کہ اگر "اس کی شہادت نہ پیش کر سکے تو میں تمہیں سزا دونگا" (۲۰) حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا طرز عمل بھی کتابت میں اپنے پیش روؤں سے کہیں ہٹ کر نہ تھا بلکہ وہ بھی حزم اور احتیاط کا دامن لئے ہوئے تھے۔ نیز دیگر صحابہ کرام بھی اس قسم کے تعامل کا ثبوت دے رہے تھے، مگر اس کے ساتھ صحابہ کرام میں احادیث کے حفظ، تعامل اور کتابت کی آنچ دھیمی نہیں پڑی تھی۔ جو تشدد بظاہر دکھائی دیتا ہے اور جس وجہ سے منکرین کو طعن کا موقعہ میسر آیا وہ صرف انکے احتیاط کی دلیل بنتا ہے۔ بقول خطیب بغدادی

"قرن اول کے لوگ کتابت کو اس لئے ناپسند کرتے تھے کہ وہ تحریریں کتاب الٰہی سے گڈمڈ نہ ہوجائیں یا لوگ قرآن سے لاپرواہی نہ برتنے لگیں (۲۱) ۱۱۰۰۰ صحابہ کرام سے روایات حدیث مروی ہیں۔ مگر مکثرین روایت حسب ذیل ہیں۔

۱۔	ابوہریرہ۔ احادیث کی تعداد	۵۳۷۴
۲۔	عبداللہ بن عمر	۲۶۳۰
۳۔	انس بن مالک	۲۲۸۶
۴۔	عائشہ صدیقہ	۲۲۱۰
۵۔	عبداللہ بن عباس	۱۶۶۰
۶۔	جابر بن عبداللہ	۱۵۴۰
۷۔	ابوسعید الخدری	۱۱۷۰
۸۔	عبداللہ بن مسعود	۸۴۸
۹۔	عبداللہ بن عمرو بن العاص	۷۵۰

(رضوان اللہ علیہم اجمعین)

بقیہ از ص ۲۰

جھوٹے افسانے تارِ عنکبوت ثابت ہو رہے ہیں۔ آخر حقائق کو کب تک چھپایا جا سکتا ہے۔ حق کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ اور یہ تو ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک ڈنکے کی چوٹ پر ابھر کر سامنے آتا رہا ہے۔

جب بھی کوئی دیانت دار مؤرخ آزادی کی مستند تاریخ رقم کرے گا تو آزادی پسند مجاہدین کے زریں کارنامے اور غداروں کی سیاہ کاریاں اس طرح واضح ہو جائیں گے کہ جس طرح روزِ روشن اور شبِ تاریک میں فرق ہوتا ہے۔

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے

منقبت

ببارگاہِ امیر المؤمنین، خلیفۂ بِلا فصل رسول ﷺ

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

وہ اصحاب ہیں وہ سب سے معظم وہ ذی حشم
بعد از رسول حضرتِ صدیقؓ محترم

صدیق تھے حضور کے وہ باصفا رفیق
جن کی حیاتِ پاک نہ تھی معجزے سے کم

سارا ہی گھر حضور کے قدموں پہ رکھ دیا
کس درجہ ہے بلند یہ ایثارِ محتشم

کہسار بن گئے تھے ہر اک ابتلاء میں آپ
دیں کے خلاف جب بھی اُٹھا ہے کوئی قدم

سرکار کے مزاج سے کیا آشنا تھے آپ
تھاما جنھوں نے ختمِ نبوت کا بھی علَم

منکر جو تھے زکوٰۃ کے اُن سے کیا قتال
دیں سے وفا پہ اُن کی کھائے دین بھی قسم

ہے غارِ ثور آپ کی عظمت کی رازداں
خلوت تھی، رب تھا، آپ تھے یا پھر شہہِ اُمم

ثابت قدم رہے ہیں رہِ حق پہ ہر گھڑی
کفار اُن پہ ڈھاتے رہے گرچہ سو ستم

اک اک ادا حضور کی دل میں اُتر گئی
کیسا ہوا خدا کا یہ صدیقؓ پہ کرم

سرخیل تھے، صحابہ کے سالارِ اوّلیں
دیتے رہے دعائیں جنھیں والیٔ حرم

ہر لحظہ اُن کا گذرا ہے کفار کے خلاف
رکھا خدا نے اس طرح صدیق کا بھرم

ڈنکا ہے جن کے نام کا سارے جہاں میں آج
مداح سب ہیں اہلِ عرب ہوں یا پھر عجم

ہے پیروی حضور کی صدیق کا کمال
نام آپ کا ہے اس لیے فردوس پر رقم

وہ سرخرو ہیں دونوں جہانوں میں بالیقین
دنیا بھی باوقار ہے عقبیٰ بھی ذی حشم

صدیقؓ کے عمرؓ تھے وزیر وفا شعار
عثمانؓ اور علیؓ بھی تھے ہمراز و ہمقدم

سرکارِ مصطفےٰ کے ہیں صدیقؓ جانشیں
رُتبہ نہ اُن کا ہوگا کسی طور اِس سے کم

خالد بھلا ہو کس سے یہ مداحیٔ صدیقؓ
ہے حرف حرف گنگ تو عاجز ہے یہ قلم

(پروفیسر خالد شبیر احمد)

پاپ الاؤ

فراشِ کہنہ الٹ دو، بساط نو کو بچھاؤ ۔۔۔ قدیم رسم ہے الفت! اسے نہ مٹاؤ
یہ فلسفہ کے فسانے، کوئی نہ سمجھے نہ جانے ۔۔۔ اِنہیں بنا کے حقیقت، انہی کے گیت نہ گاؤ
سمند فکر کو موڑو، توہمات کو چھوڑو ۔۔۔ بتِ غرور کو توڑو، جبینِ عجز جھکاؤ
گزر رہا ہے زمانہ، کرو نہ حیلہ بہانہ ۔۔۔ ہے فرصتوں کا خزانہ، یونہی نہ عمر گنواؤ
جو قصدِ منزل حق ہے تو پھر کتابِ مبین کو ۔۔۔ ہجومِ تیرہ شبی میں چراغ راہ بناؤ
یہی ہے درسِ اخوت، یہی پیامِ بقا ہے ۔۔۔ کہ آدمی کے ستم سے، تم آدمی کو چھڑاؤ
یہی نشانِ ھدیٰ ہے یہی وصالِ خدا ہے ۔۔۔ بس اب اطاعت حق سے جہان دل کو بساؤ
یہ میری ایک نصیحت ہے راہنمائے طریقت ۔۔۔ قدم قدم پہ فضیحت نہیں ہے میرا سبھاؤ
وہ چھٹ رہا ہے اندھیرا، مچل رہا ہے سویرا ۔۔۔ ثباتِ عزم و یقیں کا دیا تو اب نہ بجھاؤ
اُٹھے گی نیک قیادت، گرے کا قصرِ ضلالت ۔۔۔ دبے گا شورِ بغاوت، بجھے گا پاپ الاؤ
بچھے گا تخت خلافت چلے گا حکم امامت ۔۔۔ اُٹھا کے حلف اطاعت نجاتِ اُخروی پاؤ
وہ شب ڈھلکنے لگی ہے سحر ہمکنے لگی ہے ۔۔۔ خزاں دبکنے لگی ہے گلوں کا دل نہ کھاؤ
ہوا سنکنے لگی ہے کلی چٹکنے لگی ہے ۔۔۔ فضا مہکنے لگی ہے چمن کو بھول نہ جاؤ
یہ قادیانی لٹیرا، فرنگی گماگ سپیرا ۔۔۔ نفاق جس کا پھریرا ہے ربوہ جس کا پڑاؤ

اٹھا دو اس کا یہ ڈیرا، یہ ارتداد بسیرا
لگا کے ایک ہی پھیرا اسے بھی کلمہ پڑھاؤ

(جانشینِ امیر شریعت، سیّد ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ)

روزنامہ آزاد، لاہور، "احتجاج نمبر، ۵- جون ۱۹۵۱ء

غزل

روشنی بجھ گئی تہذیب کے میناروں میں
آدمی پھر نہ چلا جائے کہیں غاروں میں
آج بھی وجہ ہلاکت ہے تصرف کی ہوس
وہی قصہ ہے مگر فرق ہے کرداروں میں
اب ہیں ایوان و محلات پہ نظریں ان کی
بکنے والے نظر آئے نہیں بازاروں میں
سر نہ بچ پائے کبھی، ان کا مقدر تھا یہی
کھنچ گئے دار پہ یا بندھ گئے دستاروں میں
کم نظر ہونے کی پاتے ہیں سزا قدرت سے
مبتلائے غم شہرت ہیں جو فنکاروں میں
جو اڑی پھرتی ہے صحرا میں بگولوں کی طرح
بیٹھ جاتی ہے وہی خاک چمن زاروں میں
ہائے کیا لوگ تھے، ترسے ہوئے پھولوں کیلئے
خوشبوئیں ڈھونڈتے پھرتے رہے انگاروں میں
سرحدیں بانٹ نہیں سکتیں دلوں کو عابد
لوگ دروازے بنا لیتے ہیں دیواروں میں

پروفیسر عابد صدیق
بہاولپور

یہاں خوفِ خدا کوئی نہیں ہے

وفاؤں کا صلہ کوئی نہیں ہے
ہمیں تم سے گلہ کوئی نہیں ہے
لیا تھا قرض جن یاروں نے ہم سے
ہمیں اب تک ملا کوئی نہیں ہے
سفارش اور رشوت وہ مرض ہے
یہاں جس کی دوا کوئی نہیں ہے
گئے جب دفتروں میں تو کھلا یہ
یہاں خوف خدا کوئی نہیں ہے
سبھی کے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں
اگرچہ بولتا کوئی نہیں ہے
رُکوں تو ہر طرف ڈاکو کھڑے ہیں
"چلوں تو راستہ کوئی نہیں ہے"
پتا کس سے بھلا پوچھوں تمہارا
"گلی میں جھانکتا کوئی نہیں ہے"
برا ہے کس قدر جرم غریبی!!
"مجھے پہچانتا کوئی نہیں ہے"
رواں کشتی ہے اپنی پھر بھی تائب
اگرچہ ناخدا کوئی نہیں ہے

پروفیسر محمد اکرام تائب عارف والا

مُسَافرینِ آخرت

اِدارہ:

جامعہ خیر المدارس کے نائب مہتمم
حضرت مولانا عبد الحق جالندھری کا سانحۂ انتقال

جامعہ خیر المدارس ملتان کے نائب مہتمم اور استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا عبد الحق جالندھری رحمہ اللہ -- ۲۰ جنوری ۱۹۹۴ء کو دل کا دورہ پڑنے سے نشتر ہسپتال میں انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا عبد الحق اپنے بھائیوں میں آخری فرد تھے۔ حضرت حافظ رشید احمد اور حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمہم اللہ کئی برس پہلے انتقال کر گئے تھے۔ مولانا عبد الحق اپنی وضع قطع کے اعتبار سے حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ مشابہت رکھتے تھے۔ انتہائی خاموش طبع، وضع دار، ملنسار، نہایت سادہ اور متقی انسان تھے۔ حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ کے ہم سبق تھے اور حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری کے استاد بھی تھے۔ قیام پاکستان سے قبل خیر المدارس جالندھر کے طلباء کے آخری قافلے کے فرد تھے۔ ان کی علمی اور روحانی زندگی میں یہ اعزاز منفرد تھا کہ "پند نامہ عطار" (فارسی) کی "بسم اللہ" انہوں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے کی تھی۔ جامعہ خیر المدارس ملتان میں ایک طویل عرصہ تدریس کے منصب پر فائز رہے۔ مطالعہ کا بے پناہ شوق تھا اور بہت پڑھتے تھے۔ اسی ذوق کے سبب ایک عرصہ سے جامعہ کے کتب خانہ سے منسلک تھے اور اسکا تمام انتظام وانصرام بڑی باقاعدگی سے کرتے تھے۔

عزیزان حافظ شمس الحق، حافظ قمر الحق قمر اور مولوی حافظ نجم الحق آپ کے فرزان گرامی ہیں۔ جامعہ کے مہتمم مولانا محمد حنیف جالندھری آپ کے بھتیجے ہیں۔ آپ کی بیٹیاں بھی ماشاء اللہ حافظات قرآن اور مدرسہ تعلیم النساء کی فاضلات ہیں۔ اپنی ساری اولاد کو دین کے راستے پر ڈالا۔ اور خود بھی نصف صدی تک نہایت خاموشی کے ساتھ دینی خدمت میں مصروف رہے۔ وہ اپنی ڈھب کے خاص آدمی اور بڑی خوبیوں والے انسان تھے۔

اراکین ادارہ مولانا رحمہ اللہ کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مولانا کے حسنات قبول فرمائے سئیات معاف فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ (آمین) جملہ قارئین سے بھی درخواست ہے کہ حضرت کی مغفرت کیلئے دعاؤں اور ختم قرآن کریم کا اہتمام فرمائیں۔

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز

حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب کا سانحہ ارتحال

عظیم روحانی شخصیت حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب ۴ شعبان ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۹۴ء کو بہاولنگر میں انتقال فرما گئے۔ حضرت مولانا ایک متقی، عالم باعمل اور انتہائی خلیق انسان تھے۔ وہ دینی حلقوں میں نہایت احترام کی نگاہ سے پہچانے جاتے تھے۔ زہد و تقویٰ انہوں نے وراثت میں پایا تھا۔ ان کے دادا حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ اسی طرح ان کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ بھی حلقہ علماء و صوفیا میں اہم مقام کے حامل تھے۔ حضرت مولانا محمد یحیٰ رحمہ اللہ خانقاہ رائے پور سے تعلق و نسبت رکھتے تھے اور قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ ان کی وفات سے خانقاہ رائے پور میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ حضرت مولانا نے تمام عمر دین کی سربلندی اور مخلوق خدا کی ہدایت و تربیت میں بتادی اللہ تعالیٰ آپکے درجات بلند فرمائے اور مغفرت فرمائے، ان کی اولاد کو اپنے عظیم والد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

مجلس احرار اسلام ضلع بہاولنگر کے صدر مولانا حافظ انیس الرحمن صاحب کے چھوٹے بھائی ابو مغیرہ عبدالرحمن جامی ۲۴ جنوری کو انتقال فرما گئے۔ مرحوم مجلس احرار اسلام کے پرجوش اور سرگرم کارکن تھے۔ تمام احرار حلقے ان کی اچانک رحلت سے غم زدہ ہیں۔ ہم مولانا حافظ انیس الرحمن اور دیگر لواحقین کے غم میں شریک ہیں اور مرحوم کی مغفرت کیلئے دعا گو ہیں۔

عبدالحکیم ضلع خانیوال سے ہمارے کرم فرما محترم پیر لعل شاہ صاحب ہمدانی کے فرزند اور حضرت پیر خورشید احمد شاہ صاحب ہمدانی قدس سرہ کے نواسے گزشتہ دنوں ایک حادثہ میں انتقال کر گئے۔ وہ ایک عرصہ سے بیمار تھے اور بالکل نوعمری میں ہی آخرت کو سدھار گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور والدین کو صبر عطا فرمائے۔ (آمین)

گجرات سے ہمارے محترم رفیق اور مہربان جناب عبدالسمیع صاحب کی والدہ محترمہ ۱۹ جنوری کو رحلت فرما گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی خطاؤں کو معاف فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

سید عنایت اللہ شاہ صاحب مرحوم:

حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے دور کے احرار رضاکار سید عنایت اللہ شاہ صاحب ۹ جنوری کو چک نمبر ۱۰۹-۱۲ ایل چیچہ وطنی میں انتقال فرما گئے۔ شاہ صاحب مرحوم ہمارے عزیز دوست اور روزنامہ خبریں لاہور کے آرٹ سیکشن کے انچارج عبدالجبار ثاقب صاحب کے سسر تھے۔ پیر جی حضرت سید عطاء المہیمن بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ اور چیچہ وطنی کے دیگر احرار کارکنوں نے شاہ صاحب کی وفات پر ان کے لواحقین سے اظہار تعزیت کیا ہے۔

حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ ۲۲ جنوری کو شجاع آباد میں رحلت فرما گئیں۔

مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن محترم شیخ بشیر احمد صاحب نور محلی کے برادر نسبتی جناب محمد اسلم صاحب گزشتہ دنوں ایک حادثہ میں انتقال کر گئے۔

* نقیب ختم نبوت کے سرکولیشن منیجر محمد یوسف شاد صاحب کی والدہ ماجدہ ام قاسم ۱۳ جنوری کو رحلت فرما گئیں۔

* جلال پور پیر والہ سے ہمارے کرم فرما محترم قاضی محمد اصغر قریشی صاحب کی والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں انتقال فرما گئیں۔

اراکین ادارہ تمام مرحومین کی مغفرت کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہیں۔ اللہ رب العزت ان کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ادارہ تمام مرحومین کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور اظہار تعزیت کرتا ہے۔ قارئین سے بھی خاص طور پر درخواست ہے کہ وہ مغفرت کی دعاؤں میں ان اللہ کے بندوں کو یاد رکھیں اور اسکا خاص اہتمام فرمائیں۔

میاں محمد اویس کو صدمہ

مجلس احرار اسلام لاہور کے ناظم میاں محمد اویس کا نومولود بیٹا گزشتہ دنوں انتقال کر گیا۔

اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطا فرمائے۔ معصوم بیٹے کی وفات والدین کیلئے نجات کا ذریعہ بنائے اور اس کا نعم البدل عطاء فرمائے۔

شہریار صدیقی | مقبوضہ کشمیر

مقبوضہ کشمیر میں گینگ آپریشن کا منصوبہ

کشمیری رہنماؤں کے قتل کے لئے قادیانی تنظیم "انصار اللہ" کو بیس کروڑ روپے کی ادائیگی۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق بھارت نے مقبوضہ وادی میں ایک بہت بڑے آپریشن کا منصوبہ بنایا ہے جو پوری آبادی پر محیط ہوگا اسے گینگ آپریشن کا نام دیا گیا ہے۔ سری نگر سے بھارتی فوج اس آپریشن کا آغاز کرے گی جس میں بھارتی فوج کے ساتھ ساتھ موساد کے تربیت یافتہ اٹھارہ سو کمانڈوز بھی حصہ لیں گے جو اسرائیل سے ۱۹ نومبر کو دہلی کے علاقے بھوگل پہنچ چکے ہیں جو "را" کا اہم مقام ہے اطلاع کے مطابق ان کمانڈوز کو بھوگل سے چشمہ شاہی پہنچا دیا جائے گا۔ اطلاع کے مطابق ۱۸۰۰ موسادی کمانڈوز کی آمد کے بعد بھارت میں موساد کے تربیت یافتہ افراد کی تعداد چھ ہزار ہو گئی ہے جو کشمیر کے مختلف علاقوں میں کام کر رہے ہیں۔

مذکورہ گینگ آپریشن کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اس آپریشن میں پوری وادی میں مجاہدین کے ٹھکانوں پر حملے کرنا، مجاہدین کو گرفتار کرنے اور انہیں ٹھکانے لگانے کے ٹارگٹ دیئے جائیں گے۔ بھارت چاہتا ہے کہ مسئلہ کشمیر کے کسی حل تک پہنچنے سے قبل ایسے عناصر کا صفایا کر دیا جائے جو بھارت کی مرضی کے مطابق حل میں رکاوٹ بن سکتے ہوں یہی وجہ ہے کہ بھارت نے نہ صرف مجاہدین کو کچلنے کا کام تیز کر دیا ہے بلکہ پوری دنیا اور خصوصاً پاکستان میں کشمیر کی آزادی کے حامی فعال جماعت کو ٹھکانے لگانے کا بھی منصوبہ بنایا ہے۔ اس سلسلے میں را اور موساد کے ماہرین نے مختلف افراد کی ذمہ داریاں بعض یورپی ممالک میں اور پاکستان میں لگائی ہیں۔ اطلاع کے

بقیہ صـ۴۰ پر

کہانی

شیخ حبیب الرحمن بٹالوی

سُرخ جوڑا

دو بہنوں کا آپس میں بہت پیار تھا۔ بڑی چھوٹی کے بغیر اور چھوٹی بڑی کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھاتی تھی۔ شادی کے بعد بھی ان کا یہی حال تھا۔ دنیا جہان یا اپنے خاندان کا کوئی کام ہو ایک دوسرے سے پوچھے بغیر نہیں کرتی تھیں۔ وقت گزرتا رہا، دونوں کی اولاد بڑی ہوتی گئی۔ چھوٹی بہن کے بیٹے اور بڑی بہن کی بیٹی کی شادی ہو گئی۔ شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی کہ لڑکا امریکہ میں ملازم تھا اور لڑکی کے والدین بھی مال و دولت میں کم نہ تھے۔ شادی کے دوسرے سال اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی عطا کردی اور پھر وہی ہوا جو زمانے میں ہوتا آیا ہے۔ کہ جب لڑکی بہو بنتی ہے تو کہتی ہے "ساس اچھی نہیں ملی" اور جب وہی بہو بڑی ہو کر ساس بنتی ہے۔ تو شکایت کرتی ہے۔ "بہو اچھی نہیں ملی" ....ساس نے بہو کا جینا حرام کر دیا۔ اور بہو نے آخر مجبور ہو کر زبان کھولی۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ بہو نے اپنے خاوند کو لکھا کہ وہ اسے امریکہ بلا لے۔ یہاں اس کی زندگی اجیرن ہو رہی ہے۔ دوسری طرف ساس خطوں کے ذریعے اپنے بیٹے کے کان بھرتی رہی اسے بہو کے خلاف اکساتی رہی۔ اپنے ہاتھ سے بسائے ہوئے ایک گھر کو تباہ کرنے کے منصوبے بناتی رہی۔ یہاں تک کہ وقت نے اپنا فیصلہ دے دیا۔ ایک دن ساس اپنے بیٹے سے بہو کو طلاق دلوانے میں کامیاب ہو گئی۔ ساس کے روپ میں ایک عورت اپنے بیٹے اور بھانجی کا گھر اجاڑنے میں سرخرو ہو گئی تھی۔ لڑکے نے طلاق کے کاغذات اپنے والدین کو ارسال کر دیئے۔ ساس نے اپنے بڑے بیٹے کو بہو کے ساتھ یہ کہہ کر روانہ کیا۔ کہ "ٹیلیفون آیا ہے۔ تمہارا والد شدید بیمار ہے۔" پریشانی میں بہو اپنے اور اپنی بچی کے چند کپڑے ہی ساتھ رکھ سکی تھی۔ اس سے جھوٹ بول کر اسے اتنی مہلت بھی نہ دی گئی تھی کہ وہ اپنے جہیز کے سامان میں سے کپڑے، زیور یا اپنی مرضی کی ضروری اشیاء ہی اٹھا لے۔ حالانکہ حکم یہ ہے کہ شادی پر فریقین جو کچھ دیں لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے۔

بہو کے گھر آ کر ساتھ آنے والے لڑکے نے بہو کی ماں سے دروازے میں کھڑے کھڑے صرف اتنا کہا اور واپس آ گیا۔ کہ "لڑکے نے امریکہ سے طلاق بھجوادی ہے۔ لڑکی کے والد کو ابھی نہ بتائیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ مفاہمت کی کوئی راہ نکل آئے۔" اور گھر واپس جا کر طلاق کے کاغذات بھجوا دیئے۔

لڑکی سسکتی رہی، بلکتی رہی، گھٹ گھٹ کر مرتی رہی۔ اس نے کھانا پینا بند کر دیا۔ پہلا دکھ ہی لڑکی کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ کہ تقدیر نے ایک اور چال چلی۔ وہی لڑکا جو والد کی بیماری کا بہانہ کر کے لڑکی کو اس کے گھر چھوڑ گیا تھا۔ والدین کے کہنے پر لڑکی سے اس کی اکلوتی بیٹی لینے آ گیا۔ ماں سے اس کی بچی، اس کی زندگی زبردستی چھین کر اسے دے دی گئی۔ ماں پر قیامت گزر گئی۔ اس کی گود بھی خالی کر دی گئی تھی۔ اس نے رو رو کر برا حال کر لیا۔ غم میں ہلکان ہوتی رہی کہ اس کے بھائی بند، اس کے والدین بھی اس کے لئے کچھ نہ کر سکتے تھے۔ آخر بے ہوشی

کی چادر نے اس کے دکھ کو، اس کے کرب کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے دامن میں چھپا لیا۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اسے ہوش میں لایا گیا۔ اس کی زبان پر بچی کا نام تھا وہ پاگلوں کی طرح اسے پکارتی تھی۔ مگر افسوس! جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔

ادھر بچی کا رو رو کر برا حال تھا۔ ماں کو ملنے کے لئے تڑپتی، روتی، گرلاتی مگر یہاں تو سوتیلی ماں سے واسطہ تھا۔ پنجابی کی مثل مشہور ہے۔ "بھادوں دی دُھپ تے سوتیلی ماں دا تک" ایک برابر ہوتے ہیں۔------- سارا سارا دن اسے کوسنے دیتی، کام میں لگائے رکھتی، بات بات پہ طعنے دیتی۔ سارے دن کی محنت، ماں کی جدائی، رات کی تنہائی جب اس بچی کو ڈستی تو وہ بے اختیار پکار اُٹھتی:

اے رات مجھے ماں کی طرح گود میں لے لے
دن بھر کی مشقت سے بدن ٹوٹ رہا ہے

اس دوران پھر ایک ایسا مرحلہ بھی آیا کہ جب بچی کا فراق ماں کے لئے ناقابل برداشت ہونے لگا۔ بچی کی جدائی میں جگر پھٹنے لگا۔ یہ سوچ کر کہ اس کی بچی کیا کھاتی ہو گی، کیا بیتی ہو گی، کہاں سوتی ہو گی، اس سے کیا سلوک ہوتا ہو گا اور

ایک مدت سے میری ماں نہیں سوئی تابش
میں نے ایک بار کہا تھا "مجھے ڈر لگتا ہے"

کے مصداق۔ ماں نے اپنی بچی سے ملنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کے سسرال کی گلی میں اس کی ایک سہیلی تھی۔ اس سے رابطہ کیا۔ اس کے گھر انتظار کرنے لگی کہ بچی جب سکول سے واپس آئے گی تو اسے دیکھ سکے گی۔ شاید اس سے بات بھی ہو جائے مگر افسوس! سسرال والوں کو کسی نے بتا دیا تھا۔ ظالموں نے ماں کی زخمی ممتا کو کچھ سکون دینے کی بجائے بچی کو سکول سے رکشا میں بٹھایا اور رکشا گھر کے گیٹ کے اندر داخل کر کے بچی کو اتار لیا۔

وقت ایک کاٹنے والی تلوار ہے۔ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ سالوں پر سال بیتتے چلے گئے۔ بچی جوان ہوتی گئی۔ آخر ایک دن ماں کو اس کی سہیلی کے ذریعہ پتہ چلا کہ اس کی بیٹی کی شادی کی جا رہی ہے۔ یہ کیسا انصاف تھا۔ یہ کیسی شادی تھی کہ بیٹی کی شادی کی جا رہی تھی اور حقیقی ماں کو بتانا بھی گوارا نہ کیا گیا تھا۔

کون اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ اس وقت ماں کے دکھی دل پر کیا بیت رہی ہو گی جب ایک طرف اس کی بیٹی کی بارات آ رہی تھی اور دوسرے شہر میں ماں اپنی بیٹی کی رخصتی کیلئے آنسوؤں کی بارش میں سرخ جوڑا تیار کر رہی تھی اس علم کے باوجود کہ یہ جوڑا اس کی بیٹی تک نہیں پہنچ سکے گا۔

بقیہ از صـ ۳۸

مطابق پاکستان میں بعض افراد کے قتل کی ذمہ داری جماعت احمدیہ (قادیانی گروپ) کو سونپی گئی ہے۔ علاوہ ازیں بھارت نے قادیانیوں سے اعلیٰ سطح پر مذاکرات کے بعد مسئلہ کشمیر کے حل میں تعاون کی درخواست کی ہے۔ اطلاع کے مطابق بعض کشمیری رہنماؤں کے قتل اور حزب المجاہدین کے اڈوں کی نشاندہی، ان کے رہنماؤں اور مجاہدین کی گرفتاری اور ان کے مکمل خاتمے کے لئے تعاون کی خاطر قادیانیوں کے انصار اللہ ونگ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں بھارتی خفیہ ایجنسی را نے اس ضمن میں بیس کروڑ روپے پہلی قسط کی ادائیگی کے طور پر لندن بھجوائے ہیں جو ایک قادیانی کشمیری رانا رحیم اللہ لاہوری نے وصول کئے ہیں جو انصار اللہ ونگ کا اہم سالار شمار ہوتا ہے کشمیر کے معاملے پر موساد کے بعض اعلیٰ حکام نئی دہلی ڈاکرگھر کے بنگلے نمبر ۱۰۸ راجیش روڈ پر اداکار (ایم ایل اے) راجیش کھنہ کے ہاں مقیم بتائے گئے ہیں۔ (بشکریہ "تکبیر" ۱۶ دسمبر ۹۳ء)

جہاں نسواں

فرینہ غزل

کبھی اے نوجواں مسلم، تدبر بھی کیا تو نے؟

وہ خوش قسمت قومیں جنھوں نے دین مبین کو دل سے قبول کیا اس کی روشن دلیلوں کو مانا اور اس دین برحق کی پیروی کی انکا وجود تاریخ کا درخشاں باب بن گیا۔ اسلام کو اپنایا تو وہ مسلمان جو کفر وعصیاں کی ظلمت میں ڈوب کر بے بس ولاچار ہو گئے تھے، قوت ایمانی کے بل بوتے پر ایک مضبوط طاقت بن کر ابھرے اور قیصرو کسریٰ جیسی مضبوط اور عظیم بادشاہتوں کو اپنے قدموں تلے روند ڈالا۔ کفر کے ان ایوانوں میں جہاں فرعونیت وشیطانیت دھاڑتی اور چنگھارتی تھیں۔ جہاں انسانیت سسکتی تھی، جہاں نسوانیت کی دھجیاں بکھیری جاتی تھیں، جشن بدمستی منایا جاتا تھا، جام سے جام ٹکرائے جاتے تھے انہی ایوانوں میں اسلام کے فرزندوں نے نسوانیت کو عزووقار بخشا، شیطنت کے مکروہ جال کو توڑ اور بکھیر کے رکھ دیا اور انہی ایوانوں میں مؤذنوں کی شیریں آوازیں گونجنے لگیں۔ دنیا کی وہ وسیع و عریض سلطنتیں جن کے دشمنوں کے راستے میں بڑے بڑے دریا اور صحرا حائل ہو جاتے تھے اور سنگلاخ چٹانیں سر اٹھاتی تھیں۔ جنہیں سر کرنا انسانی تصور سے بھی بالا سمجھا جاتا تھا، انہیں جذبہ جہاد سے معمور، جذبہ ایمانی سے سرشار صحابہ کرامؓ کی نہایت قلیل تعداد نے نہایت قلیل وقت میں مفتوح اور مسخر کیا۔ اور ایسی ایسی عظیم الشان کامیابیاں حاصل کیں کہ غیر مسلم قومیں آج تک ان فتوحات پر حیران ہیں اور اس زمانے کی فتوحات کا خوف آج بھی انکے ذہنوں کے کونے کھدروں میں سمایا ہوا ہے۔

مسلمانوں سے خوف زدہ ذہن نے ان کی قوت وشوکت، جلالت وہیبت، رعب ودبدبے اور شکوہ وعظمت کے اسباب ڈھونڈے۔ ان کا توڑ ڈھونڈا۔ نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے کہ مسلمان قوم اب ٹی وی اور وی سی آر کے جال میں پھنس کر اپنی شناخت بھول چکی، اپنی اعلیٰ روایات کو پس پشت ڈال دیا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری جگمگاتی تاریخ کے سامنے اندھیروں کے بادل ہیں اور یہ اندھیرے ہمارے اندر سے اٹھ رہے ہیں۔ یہ اندھیرے ہمارے گھروں سے اٹھ رہے ہیں۔ تاریکیوں کی یہ دبیز تہیں ٹی وی۔ وسی سی آر کا کرشمہ ہیں۔ وہ کون سی بے حیائی ہے جو ان فلموں میں نہیں دکھائی جاتی مرد عورت کے تعلق کا وہ کونسا پہلو ہے جو پوشیدہ رکھا جاتا ہے مگر یہ سب بے ہودگی ماں بیٹی کے سامنے۔ بھائی بہن کے سامنے اور باپ بیٹے کے سامنے بیٹھ کر بڑے مزے سے دیکھتے ہیں۔ بیٹی ماں سے نہیں شرماتی اور نہ بھائی بہن سے شرماتا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بیٹی کا اپنے باپ سے، بہن کا اپنے بھائی سے اور بیوی کا اپنے شوہر سے بات کرنے کا انداز بدل گیا۔ اٹھنے بیٹھنے کا انداز بدل گیا۔ وہ حجاب نہیں رہا، وہ شرم نہیں رہی، وہ بات نہیں رہی۔ بہن اپنے بھائی سے کہتی ہے کہ مجھے "جتندر" پسند ہے "عامر خان" پسند ہے۔ ادھر بھائی کو "جیا پرادہ" اور "سری دیوی" پسند ہوتی ہے۔ "پوجا بھٹ" پسند ہوتی ہے لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ماں کے پاس چلے جائیں تو اسے اپنے دور کا "ششی کپور" پسند ہوگا باپ کو کوئی اور انڈین اداکارہ پسند ہوگی۔ اور یہ

سب باتیں بڑے فخریہ انداز میں کی جاتی ہیں۔ اپنے آپ کو ماڈرن ظاہر کرنے کیلئے جن انڈین فلموں کے نام چٹخارے لے لے کر بیان کئے جاتے ہیں یہ وہی انڈیا ہے جس نے قیام پاکستان کے وقت پاکستان کی ستر ہزار بیٹیوں کو یرغمال بنا کر اپنے پاس رکھ لیا تھا اور پھر ان معصوم اور پاکباز مسلمان بیٹیوں نے ہندو بچوں کو جنم دیا تھا۔ ان پر ظلم و ستم کیا گیا تھا کیا ہم اس انڈیا کے گن گائیں جو اسلام کا ازلی دشمن ہے جو ہمارے ملک پر گھات لگائے بیٹھا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ہمیں اپنے بچوں کو۔ اپنی نوجوان نسل کو بتانا ہوگا کہ ہماری آئیڈیل شخصیات یہ ننگ مذہب و ملت اور بدکردار اور بے حیائی پھیلانے والے لوگ نہیں ہوسکتے بلکہ ہماری آئیڈیل شخصیات تو حضرت عائشہ، حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ، خلفائے راشدین اور خود نبی محترم ﷺ ہیں ہمیں ان کی طرز زندگی کو اپنانا ہوگا انکے اوصاف کی پیروی کرنا ہوگی۔

یہ مغرب کیا ہے؟ یہ مغربی کلچر کیا ہے؟ یہ صرف بے حیائی ہے، برائی ہے، بے ہودگی ہے، اس نے ہمیں کچھ نہیں دینا سوائے ذلت و رسوائی کے۔ سوچنے کی بات ہے کہ مغرب تو وہ کھائی ہے جہاں جا کر سورج بھی غروب ہو جاتا ہے کیا ہم اس کی تقلید کریں گے؟ کیا ہم اس معاشرے کی پیروی کریں گے جو بے حیائی کا گڑھ ہے، جہاں رشتوں کا کچھ تقدس نہیں، کچھ پاس نہیں، جہاں عورت کے استعمال کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ جہاں اس کا کوئی نگہبان نہیں کوئی محافظ نہیں وہ خود ہی اپنی محافظہ ہے۔ اور خود ہی اپنی بیوپاری ہے۔ جہاں اس کا کوئی باپ بھائی نہیں جو اسے تحفظ دے سکے۔ جو صرف اسے گھر کی زینت سمجھے۔ کیا ہم ایسے معاشرے کی پیروی کرینگے جو ہمیں صرف آزادی اور بے حیائی کی دعوت دے جو ہمیں سبق دے کہ زندگی صرف عیش و عشرت کا نام ہے جو ہمیں ہمارے مذہب سے، ہماری کتاب سے اور ہمیں اپنے اللہ سے دور کردے۔ یہاں ایک مرتبہ پھر تاریخ کا حوالہ دینا پڑیگا کہ مسلمانوں کی اموی، عباسی، ہسپانوی اور مغلیہ سلطنتوں کی کئی کئی سو سالہ عظیم الشان حکمرانی کے زوال کے اسباب کی ابتدا بھی عیش و عشرت شراب و شباب اور رنگ و سرور کی محفلوں سے ہوئی تھی لیکن افسوس کہ آنے والی نسلوں کو کوئی یہ کہنے والا نہیں کہ اپنی کتابوں کو پڑھو اپنی تاریخ کو پڑھو اپنے قرآن کو پڑھو۔ اپنے آپ کو سمجھو کہ ہم کون تھے کون ہیں اور کیا ہونے چاہئیں؟ آج گھروں سے باہر نکل کر دیکھیں تو ریشمی کپڑوں میں لپٹے ہوئے یہ مدقوق سے نوجوان ذہنی پستی اور آوارگی کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ ان کے چہروں پر وہ رونق نہیں، خون میں وہ حدت نہیں وہ جذبہ نہیں وہ غیرت نہیں جو زندہ قوم کی نشانی ہوا کرتی ہے۔ کیا ان نوجوانوں نے ملک و قوم کی تعمیر کرنی ہے؟ کیا سرحدوں کی حفاظت کرنی ہے؟ ان ریشم میں لپٹے ہوئے نازک نازک نوجوانوں کے حلیوں کو دیکھیں اور ان مردانہ مردانہ سی لڑکیوں کے حلیوں کو دیکھیں، کیا مسلمانوں کی وراثت میں اب یہی عجیب الخلقت مخلوق ہی رہ گئی ہے؟ کیا یہ عجیب و غریب وضع قطع کی نسل ہی اب مسلمان کہلائے گی؟ اس کے بارے میں قرآن کریم میں واضح ارشاد ہے کہ:

"جب مسلمان قوم اپنے حلیے اور مذہب کو بدل دے گی ان پر غیر مسلم قوموں کو مسلط کر دیا جائیگا۔"

آج حلیوں پر غور کیجئے اور مسلمانوں پر غیر مسلم قوموں کے تسلط کا جائزہ لیں بوسینا میں دیکھیں، کشمیر میں دیکھیں، فلسطین میں دیکھیں، وہاں کیا ہو رہا ہے؟ اگر ہم وہاں کے حالات دیکھتے ہیں تو صرف اس قدر کہہ پاتے ہیں

کہ ہائے بیچارے مسلمان! کبھی یہ نہیں کہتے کہ آہ مسلمانو! تم نے کیوں اپنے مذہب کو چھوڑ دیا، کیوں تم نے اتحاد کی روش کو چھوڑ دیا۔ کیوں اپنے ایمان کو میٹھی نیند سلا دیا۔ تم کیوں اپنے بھائیوں کی مدد کو نہیں پہنچتے تمہاری غیرت و حمیت کہاں جاسوئی ہے کیوں تم نے اپنی آنکھوں پر بے حسی اور بزدلی کی پٹی باندھ لی ہے......؟ کیا اللہ نے تم سے وعدہ نہیں کیا کہ "اگر تم ایمان میں پختہ ہوئے تو میں ہزاروں کے مقابلے سینکڑوں کو فتح دونگا۔" کیا اللہ نے تم سے وعدہ نہیں کیا کہ "مجھے یاد رکھو میں تمہاری مدد سے غافل نہیں رہوں گا۔" کیا اللہ نے تم سے وعدہ نہیں کیا کہ "تم مجھ پر توکل کرو میں راہ نکالوں گا۔"

پھر تمہیں کیا ہچکچاہٹ ہے کون سا امر مانع ہے کس چیز نے تمہیں روک رکھا ہے کیا آج کے زمانے میں کوئی محمد بن قاسم نہیں کوئی طارق بن زیاد نہیں کوئی خالد بن ولیدؓ نہیں۔ آج مسلمان ماؤں کی گود سے نکلنے والا بچہ ڈسکو ڈانسر کیوں ہے؟ آہ، کوئی حجاج بن یوسف بھی نہیں جس نے قوم کی ایک بیٹی کی پکار پر جان کی بازی لگا دی تھی اور آج تو کشمیر کی ہزاروں بیٹیاں بے یار و مددگار ہیں وحشی درندوں کے سامنے بے بس ہیں۔

مسلمانو! نوجوانو! آج تمہاری بہنوں کے سروں سے آنچل اتارے جا رہے ہیں کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔ اے مسلمانو! آج تمہاری بیٹیوں کی عصمت کو تار تار کیا جا رہا ہے کیا تمہیں غیرت نہیں آتی۔ تمہاری ماؤں کے سروں سے بزرگی کی چادر کھینچی جا رہی ہے، کیا تمہیں احساس نہیں.....؟کہاں ہیں وہ مسلمان جنہوں نے دجلہ کے کنارے کشتیوں کو جلا دیا تھا اور کہا تھا کہ "یا فتح یا شہادت!"

آج وہ جیالے نظر نہیں آتے البتہ وہ نرالے نظر آتے ہیں۔ جو جگہ جگہ ٹائروں کو جلا کر اپنے وطن کی فضاؤں کو آلودہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فرض ادا ہو گیا۔

کیا تم نے کبھی سورۃ النساء کی اس آیت مبارکہ پر غور کیا۔

"اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کرو جن میں کچھ عورتیں۔ کچھ مرد اور کچھ بچے ہیں۔ جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں۔ ہمارے لئے غیب سے کسی دوست کو بھیج کسی حامی کو بھیج جو لوگ سچے ایماندار ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔"

دیکھو یہ قرآن کی پکار ہے یہ نبی محترم ﷺ کی پکار ہے یہ رب العالمین کی پکار ہے آؤ اپنی کتاب کی طرف آؤ اپنے رب کی طرف آؤ۔

ان سرخ نیلے پیلے کپڑوں سے ان ریشمی لبادوں سے ان سونے کی زنجیروں اور چاندی کے کڑوں سے اپنے آپ کو آزاد کرا لو کہ یہ نسوانیت کی علامت ہیں یہ مردوں کیلئے تمغہ جہالت ہے جاہل اور بھٹکی ہوئی قومیں کبھی منزل تک نہیں پہنچتیں۔ اپنے آپ کو مغربیت کے اندھیروں سے نکالو ڈسکو ڈانس نے تمہاری ہڈیوں کی چولوں کو ہلا دیا ہے ذرا اپنے جسموں کو ساکن کر کے غور کرو کہ تمہاری اصل پہچان کو کون مسخ کر رہا ہے تمہارے وطن کی چولوں کو کون ہلا رہا ہے کون لوگ ہیں جو اسے شکست میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں اب اس قدر بھی غافل نہ ہو جاؤ ورنہ کس دھرتی پر کھڑے ہو کر اپنی ماؤں بہنوں کو یہ مضحکہ خیز ڈانس دکھاؤ گے.....؟

طنز و مزاح

زبان میری ہے بات اُن کی

ساغر اقبالی

فضائی میزبانوں کا لباس ملکی تہذیب و ثقافت کا آئینہ ہونا چاہیے۔ (رباب)

اور میزبان خود کون سی تہذیب و ثقافت کا آئینہ ہوں گی۔

• میں ظرف والا آدمی ہوں۔ نواز شریف کو پروٹوکول دے رہا ہوں۔ بھٹو کے بعد دوسرا وزیر خارجہ ہوں جس کی عالمی حالات پر نظر ہے۔ (سردار آصف

ظرف والے آدمی نہیں صرف "ظرف" ہیں جسمیں حلال و حرام سب جمع ہو جاتا ہے۔ جیسے سود کا مال اور تجارت کا نفع

• آنکھوں کے میک اپ پر خاص توجہ دیں (رباب نوائے وقت ثقافتی ایڈیشن)

قربان تیری آنکھوں پر۔۔۔ مگر دل کے میک اپ پر۔۔۔۔؟

• مولویوں کا کام نماز پڑھانا ہے۔ احتجاج کی بجائے اللہ اللہ کریں (سکندر بخت)

اور تم منہ کالا کرتے رہو۔

• نواز شریف کی حکومت سے تو عورت کی حکومت بہتر ہے (اعظم طارق)

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

• ایران بنیاد پرست ملک نہیں وہاں "لو میرج" تک کا رواج ہے۔ ——————۔ اسلام عورت کو آزادی دیتا ہے۔ (سیدہ علوی رکن ایرانی پارلیمنٹ)

ایران میں اسلامی انقلاب کے داعیوں کے لئے شرم کا مقام!

• ہم سے تو بی کلاس قیدی بہتر ہیں جنہیں گوشت بھی ملتا ہے اور فروٹ بھی (آل پاکستان امپلائز یونین)

اتنی ذرا سی تنخواہ میں لائیں کہاں سے ہم
بیٹے کی فیس؟ بیٹی کا بر؟ ہم کلرک ہیں

• بے نظیر قیادت میں سرمایہ دارانہ نظام کے خاتمہ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگا (محمد حسین آزاد)

سوئٹزرلینڈ میں جمع شدہ ۶۰ ارب روپیہ غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

• انگریزی کو پہلی جماعت سے لازمی قرار دینے سے خواندگی کی شرح کم ہو جائے گی (جماعت اسلامی)

بے روزگاری ختم کرنے کا صحیح طریقہ!

مولانا کوثر نیازی کو اسلامی نظریاتی کونسل کا چیئرمین بنادیا گیا۔(ایک خبر)
یہ تو ایسے ہی ہے جیسے سردار آصف سنگھ کو کعبے کا متولی لگا دیا جائے۔

* کھر کنیرڈ کالج کی طالبہ سے شادی کریں گے (ایک خبر)

یہ کوئی نئی بات نہیں (تہمینہ درانی)

* پاکستان کا اپنے حساس فوجی علاقے سے گزرنے والی ایران بھارت گیس پائپ لائن پر کوئی کنٹرول نہیں ہو گا۔ تعمیر کا کام صرف ایرانی اور بھارتی ماہرین کریں گے۔ پاکستان کو کوئی ٹھیکہ یا رائلٹی بھی نہیں ملے گی۔(ایک خبر)

بے نظیر دور کا "بے نظیر" ایران پاکستان معاہدہ!

* تعلیمی زوال کا سبب طلبہ نہیں۔۔ نظام تعلیم ہے۔(اویس قاسم)

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کر بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

* مرتضےٰ پر کوئی سختیاں نہیں ہورہیں۔۔۔(فیصل صالح حیات)

وزیر اعظم کا بھائی ہے آخر!

* بیگم صاحبہ کا احترام کرتی ہوں لیکن سیاست اپنی جگہ ہے(بے نظیر)

بہت خوب! یہ ہے نیو سوشل کنٹریکٹ

* علماء سود کا متبادل بتانے کیلئے تیار نہیں۔(جاوید اقبال)

کل کو آپ سوٗر کا متبادل بھی پوچھیں گے۔

* پیپلز پارٹی کے ساتھ تعلقات نارمل ہیں(مولانا فضل الرحمن)

مولانا فضل الرحمن بھی میرے خاوند کے قاتلوں میں شامل ہے۔(نصرت بھٹو)

* الیکشن وہ بُری شے ہے جو تقویٰ چھین لیتا ہے (ایک راسخ العقیدہ عالم دین)

سچ کہا آپ نے! الیکشن باقی رہتا ہے، مسلمانی نہیں رہتی۔

* امریکہ نے آٹھ سو انسان "سائنس دیوتا" کی بھینٹ چڑھادیے۔(ایک خبر)

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

* فیصل صالح حیات نے مقدمات میں ملوث تحریک جعفریہ کے کارکنوں کے بارے میں رپورٹ مانگ لی۔(ایک خبر)

اور سپاہِ صحابہ کے کارکنوں پر مقدمات بنانے کی ہدایت جاری کر دی۔

سیدنا معاویہؓ بتقاضائے نصِ قرآنی چھٹے موعودہ خلیفہ راشد ہیں۔ کسی کی مشیخت مجروح ہونے سے صحابیٔ رسولؐ کا کردار محفوظ ہو جائے تو یہ سودا سستا ہے۔

سید عطاء المحسن بخاری

مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم اعلیٰ ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، گزشتہ ماہ تبلیغی دورہ پر تلہ گنگ ضلع چکوال تشریف لائے۔ اور ۱۴ جنوری کو قبل از نماز جمعہ مسجد سیدنا ابوبکر صدیق میں ۳۲ ویں سالانہ "یوم معاویہؓ" سے خطاب کیا۔

آپ نے فرمایا کہ

"قرآن مجید اور احادیث رسول کا گرانقدر سرمایہ صحابہ کرامؓ ہی کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان وہ شخصیات عظیمہ ہیں جنہیں قرآنی بشارتیں اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دنیا و آخرت کی دائمی فوز و فلاح کی اسناد حاصل ہیں۔ ان کا عرش مقام مرتبہ قرآن و حدیث پر نظر کرنے والوں پر بخوبی عیاں ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ ان مقدس ہستیوں کو آج کے عاقبت نااندیش بے رحم ناقدین تاریخ کے حوالوں سے داغدار کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ تاریخ انسانوں نے اپنی عقل سوجھ بوجھ اور پسند و ناپسند کے معیاروں پر مرتب کی ہے۔ جس میں ان کی اپنی مرضی و منشا اور حسب دلخواہ تحریف و تبدل کو عمل دخل حاصل ہے۔ جبکہ اسکے برعکس قرآن مجید کو خود اللہ نے محفوظ رکھا ہے۔ جس میں قیامت کی صبح تک تبدیلی و ترمیم ممکن نہیں ہے۔

تاریخ کی بات کرتے ہو تو تاریخ میں صحابہ کرامؓ ہی کیا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بھی محفوظ نہیں ہے۔ کیا اس سے یہ بہتر نہیں ہے کہ تاریخ کی اندھی عینک سے اصحابؓ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیب چینیوں کی بجائے قرآن مجید سے ان کی فضیلتوں اور قدر و منزلت پر نگاہ کی جائے۔ یہ نام نہاد تاریخ دان قرآن و سنت کے مقابلہ میں ہمارے نزدیک "تھوک دان" کے برابر بھی اہمیت نہیں رکھتے۔

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین، امام سادس و عادل خلیفہ راشد بتقاضائے نص قرآنی حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کی جلیل القدر شخصیت ہیں۔ جن کے دور امامت و خلافت پناہ میں اسلام کی روشن کرنوں نے دنیا کے آخری سروں کو اپنی ضیاء پاشیوں سے منور کیا۔ سیدنا معاویہؓ کی سب سے بڑی فضیلت ان کا صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ہے۔ بعد کے زمانوں کا کوئی قطب، ابدال ولی اور غوث حضرت معاویہؓ کے نعلین مبارک سے لگی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ نسبت صحابیت کے اعتبار سے تمام صحابہ کرامؓ برابر ہیں۔ اس کے بعد ان کے درجات ہیں۔

اسلام قبول کر لینے کے بعد جناب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا معاویہؓ کو اپنا کاتب وحی مقرر فرمایا اور پھر ان سے خوش ہو کر ان کیلئے دنیا و عقبیٰ کی کامرانیوں کیلئے پیش گوئی اور دعائیں فرمائیں کہ:

"اے اللہ معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھا اور انہیں عذاب سے بچا"

"اے مولا! معاویہؓ کو ہدایت یافتہ اور ہدایت رساں بنا"

اندازہ کیجئے! جو بارگاہ رسالت میں اتنا مقرب و برگزیدہ ٹھہرے۔ کون ہے جو اب اسکی عظمت و رفعت کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ سیدنا معاویہؓ صحبت رسول ﷺ سے ہمہ وقت مشرف تھے۔ قدم قدم پر ان کی تربیت و رہنمائی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

اب ان پر حرف زنی اور انگشت نمائی کرنا اپنے ہی ایمان کی بربادی اور فکری گمراہی کی علامت ہے۔ ان آفتاب بداماں ہستیوں کی طرف منہ کر کے تھوکنے والے بدبخت، اپنا منہ ہی گندا کرتے ہیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہا تھا تو آپ نے میرے لئے یہ ارشاد فرمایا۔

یامعاویۃ ان ولیت امراً فاتق الله واعدل

"اے معاویہ اگر تم والی و حاکم بنا دیئے جاؤ تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور انصاف کرتے رہنا"

سیدنا معاویہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس روز سے ہی یقین ہو گیا تھا کہ اللہ کریم مجھے ضرور خلافت عطاء فرمائیں گے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ کی خلافت عادلہ و راشدہ بہ تقاضائے نص قرآنی کی بشارت یوں دی گئی

یامعاویہؓ! ان الله یقمصک قمیصہ

"اے معاویہ بے شک اللہ تجھے خلاف کی قمیص پہنائے گا۔"

سیدنا حسن مجتبےٰؓ نے جناب معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو کر اور آپ کی بیعت کر کے فرمان رسول ﷺ کو سچ کر دکھایا کہ "میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب یہ دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا۔"

یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ زمانہ بعد کے ایک غیر صحابی نیک دل فرمانروا حضرت عمر بن عبدالعزیز کو پانچواں خلیفہ راشد مانا جاتا ہے۔ لیکن سیدنا معاویہ کو رسول کریم کی دی گئی پیش گوئیوں کی موجودگی میں بھی خلیفہ راشد ماننے میں تردد ہے۔ جب زبان نبوی نے سیدنا عثمانؓ کی خلافت کیلئے "قمیص" کا واضح اور فیصلہ کن لفظ ارشاد فرمایا تو اسے خلافت راشدہ سے تعبیر کیا گیا۔ اور یہی قمیص کا لفظ سیدنا معاویہؓ کیلئے ارشاد فرمایا جائے تو خلافتِ راشدہ مان لینے میں کیا امر مانع ہو جاتا ہے؟

۵۵ ہزار صحابہ کرامؓ نے سیدنا حسنؓ سے صلح کے بعد حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کی موعودہ خلافت راشدہ پر مہر تصدیق ثبت کی۔

آج کے دیوبندی یا بریلوی علماء کرام کی خود ساختہ توضیحات و تشریحات اور تعبیرات کو اصحاب رسولؐ کے فیصلے کے سامنے پرکاہ کے برابر بھی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ اگر کسی بزرگ عالم یا پیر کی رائے کو غلط قرار دیا جائے تو آدمی دین کے دائرے سے خارج نہیں ہوتا۔ اگر دفاع صحابہؓ میں کسی کی مشیخت مجروح ہو جائے اور صحابی کی ذات اور ان کا کردار اور نکھر کر سامنے آ جائے تو یہ سودا سستا ہے۔ اور اسی میں ایمان کی سلامتی اور نجات دارین ہے۔

ہم نے ۱۹۶۱ء سے دفاع معاویہؓ کا علم اسی خاطر بلند کیا ہے کہ باقی تمام صحابہ کرامؓ کی شخصیات سبائی و تبرائی اور نیم رافضی سنیوں کی تنقید و جرح سے محفوظ ہو جائیں۔ سیدنا معاویہؓ کی شخصیت کو صحیح مان کر ان کی اتباع کرنے

والا کسی صحابی کے بارے میں کوئی نامناسب بات سوچ ہی نہیں سکتا۔ جب کہ دیگر اصحابؓ رسول ﷺ کو مان کر اور اپنے آپ کو سنی کہلا کر بھی لوگ سیدنا معاویہ، سیدنا یذید بن ابی سفیان، سیدنا مغیرہ بن شعبہ، سیدنا عمر بن العاص، سیدنا ابوموسیٰ اشعری، سیدنا مروان رضوان اللہ علیہم اور ان کے اعوان و انصار کو گناہ گار، قرآن ناشناس قرآن و سنت کے نافرمان، باغی، خاطی، اور ضال و مضل (خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے) ایسے الفاظ سے تبرا بازی کرتے ہیں۔

الحمدللہ ہم نے آج تک کسی آخری درجے کے صحابیؓ کے بارے میں بھی اپنے دل و دماغ کے کسی گوشے میں بھی کوئی نامناسب لفظ تک نہیں سوچا۔ ہماری تو دعاء ہے کہ ایسا غارت گر ایمان لمحہ آنے سے پیشتر اللہ ہمیں موت دے دے آمین۔

ہم نے کبھی سیدنا علی المرتضیٰؓ پر سیدنا معاویہؓ کو ترجیح نہیں دی، سیدنا علیؓ ہر لحاظ سے حضرت معاویہؓ سے افضل و برتر ہیں۔ وہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں سابقون الاولون کے مصداق اور بدر و حنین کے معرکہ آراء ہیں۔ ان کی بزرگی و فضیلت سب پر مسلم ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ کو عادل و راشد مانا جائے۔ ان کے فیصلوں کو درست تسلیم کیا جائے اور مشاجرات صحابہؓ میں رائے زنی کی بجائے اپنی زبان کو اور قلم کو روکا جائے۔ ایک صحابی کو معصوم عن الخطاء مان کر دوسرے صحابی پر طنز و تشنیع کے نشتر نہ چلائے جائیں۔ بلکہ تمام صحابہ کو برحق مانا جائے۔ اور انہیں مجتہد مطلق جان کر ایسی دراز زبانوں کو لگام دی جائے۔

یہی مسلک اہل سنت ہے جس پر احرار کا اعتقاد و ایمان ہے اور یہی وہ دعوت ہے جو تمام یاران سرپل کیلئے صدائے عام کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اسی کو حق و سچ مان کر عمل پیرا ہونے سے ہی مغفرت و نجات ممکن ہے۔

۱۶ جنوری بروز اتوار حضرت شاہ جی، جناب ملک محمد صدیق نائب صدر مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کی خصوصی دعوت پر ملک صاحب کے آبائی گاؤں ڈھوک ٹاہلی داخلی شاہ محمد والی تشریف لے گئے اور بعد ظہر خطاب فرمایا آپ کا خطاب اصلاح معاشرہ، تردید رسومات و بدعات اور دعوت عمل پر مشتمل تھا۔ آپ سے قبل مبلغ احرار مولانا محمد مغیرہ اور محمد عمر فاروق نے بھی خطاب کیا۔ جبکہ کپتان غلام محمد اور محمد امیر نے نعت پیش کی۔

اس موقع پر ملک صدیق صاحب کے قریبی عزیز جناب ملک حبیب صاحب نے دو کنال اراضی دینی مرکز کے قیام کے لئے دینے کا اعلان فرما کر آخرت کمائی۔ یہاں عنقریب حضرت شاہ جی دینی مدرسہ کا افتتاح فرمائیں گے۔ اس پروگرام میں جناب حافظ میاں محمد صاحب، ملک صدیق صاحب کے بیٹے احمد اور بھانجے خلیل احمد نے انتظام و انصرام میں خصوصی سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔

حاصل پور — ابوسفیان تائب

اِسلام کے علاوہ دُنیا کے تمام نظام اِنسانیت کے قاتل ہیں، جمہوریت بے خدا معاشروں کا پیدا کردہ نظام ہے۔ ——— (سید عطاء المؤمن بخاری)

حسب سابق امسال بھی مجلس احرار اسلام حاصل پور کے زیر اہتمام علاقہ کے آٹھ مقامات پر پانچویں سالانہ اجتماعات احرار منعقد ہوئے۔ ۲ دسمبر ۱۹۹۳ء کو دار ابوسفیان حاصل پور میں علاقہ بھر کے ذمہ دار احباب کا اجلاس

منعقد ہوا۔ جس میں اجتماعات احرار کے انتظامات کو آخری شکل دی گئی۔ طے شدہ نظم کے مطابق قائد محترم امیر مرکزیہ ابن امیر شریعت حضرت مولانا حافظ سید عطاء المومن شاہ صاحب بخاری مد ظلہ نے ۷ جنوری کو حاصل پور پہنچنا تھا۔ مگر آپ سفر کراچی سے واپسی میں تاخیر کے باعث دس جنوری کو حاصل پور تشریف لائے۔ علاقہ بھر کے احرار رضا کار آپ کی آمد کے شدت سے منتظر تھے۔ قائد محترم کی تشریف آوری سے کارکنان احرار کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور جذبات دوبالا ہوگئے۔

پروگرام کے مطابق ۱۱ جنوری مدرسہ فاروقیہ فیض القرآن بستی خواجہ بخش، ۱۲ جنوری مدرسہ احرار اسلام بستی شام دین نزد قائم پور، ۱۳ جنوری جامع مسجد عثمانیہ منڈی حاصل پور، ۱۴ جنوری بروز جمعتہ المبارک چک نمبر ۱۰ فورڈ والہ، ۱۵ جنوری مدرسہ اسلامیہ رحیمیہ بستی گودڑی، ۱۶ جنوری چاہ بال والا بستی فریدیاں، ۱۷ جنوری پلاٹ سی۔ ون ہٹھاڑ، اور ۱۸ جنوری بستی شاہ علی غربی میں۔ انتہائی کامیاب اور عظیم الشان اجتماعات احرار منعقد ہوئے۔ قائد محترم حضرت شاہ صاحب مد ظلہ نے تمام اجتماعات سے مفصل خطابات فرمائے۔ آپ کے علاوہ حافظ ابومعاویہ محمد کفایت اللہ صاحب اور ابوسفیان تائب نے بھی خطاب کیا۔ حضرت شاہ صاحب مد ظلہ نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام اور جمہوریت کے اہم موضوعات پر اپنے خطبات میں ارشاد فرمایا۔! کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کل کائنات کا خالق و مالک ہے۔ انسان مخلوقات الٰہیہ میں برتر و فاضل ہے۔ ہر چیز کا بنانے والا ہی اسے چلانے کا صحیح طریقہ بتا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا اور اس کے نظام زندگی کو چلانے کا طریقہ بھی عطا فرمایا۔ اسی طریقہ کا نام نظام اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لئے اپنا مبارک کلام قرآن حکیم عطا فرمایا۔ اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اپنے پیارے محبوب، رحمتہ اللعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ جب تک مسلمان اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عملی طور پر نہیں اپنائیں گے کبھی دنیا و آخرت میں سرخرو نہیں ہوسکتے۔ ہمیں اپنے ہر شعبہ زندگی میں اسلام کے سنہری اصولوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامیاب طریقوں پر چلنا ہوگا۔ اسلام کے عادلانہ و منصفانہ نظام خلافت کے علاوہ دنیا میں جتنے بھی نظام ریاست و سیاست ہیں۔ چاہے وہ امریکہ کا صدارتی نظام ہو، یا وہ برطانیہ کی پارلیمانی جمہوریت (DEMOCRACY) ہو، یا چین اور روس کا سوشلزم اور کیموزنم ہو، سب کے سب انسانیت کو ھلاک و تباہ کر دینے والے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے معاشرے پر محنت فرمائی جس میں دنیا کی ہر برائی موجود تھی۔ لیکن جب ان ہی عرب کے بدوؤں نے اسلام کے سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہو کر رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی امامت و خلافت ان نفوس قدسی کے سپرد فرمادی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی زمین پر اللہ کا عطا کیا ہوا نظام اسلام عملی طور پر جاری کر کے دکھایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء رضی اللہ عنھم کا دور خلافت اسلامیہ کا سنہری دور تھا۔ دنیائے انسانیت کیلئے اس سے بہتر نمونہ تاریخ میں نہ تھا اور نہ ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ دنیا میں اس وقت تک امن قائم نہیں ہوسکتا جب تک اسلام کے مطابق ایک ریاست قائم نہیں ہوجاتی۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ جمہوریت مشرکانہ نظام ریاست ہے۔ جمہوریت کے بانی اور شارحین

افلاطون سمیت خود بت پرست اور مشرک تھے۔ انہوں نے جمہوریت کا تصور تو دیا مگر وہ اپنی زندگی میں اس نظام کا کوئی عملی نمونہ پیش نہیں کر سکے۔ اور نہ ہی نظام جمہوریت اپنی اصلی شکل میں کبھی بھی دنیا کے کسی خطہ پر قائم ہو سکا۔ اس نظام ریاست کو کفار و مشرکین ہی بنانے والے اور چلانے والے ہیں۔ انہوں نے جمہوریت کی تشریح اپنی مرضی سے کی اور اس غیر فطری اور پر فریب نظام کے ذریعہ ظالم و غاصب استحصالی قوتوں کو مستحکم کیا۔ یہ نظام بنیادی طور پر بے خدا معاشروں کا پیدا کردہ ہے۔ اور اسی وجہ سے انسانوں کو کوئی اعلیٰ زندگی کا نمونہ پیش کرنے سے ہمیشہ قاصر رہے۔ اس نظام کے ماتحت زندگی گزارنے والے انسان کی حیوانی جبلتوں کو پالا پوسا اور توانا کر دیا ہے آج کی نام نہاد متمدن دنیا کا انسان ایک طاقتور حیوان تو ہے جو اپنی قوت خواہ وہ جسمانی ہو عقلی ہو مالی ہو اسکو بے دریغ استعمال کرنے میں بے خوف ہو چکا ہے۔ نتیجتاً دنیا کی اکثریت چند خاندانوں اور جماعتوں کے مفاداتی عیاروں کے جتھوں اور گروہوں کے قبضہ میں جکڑی ہوئی ہے۔ جمہوری معاشروں کا انسان تاریخ کا انتہائی چالاک، مکار اور سفاک اخلاق باختہ انسان بن چکا ہے۔

اس نظام کے ذریعہ غریب عوام کو اقتدار میں شرکت کا فریب دے کر ظالم و غاصب قوتوں (وڈیروں اور جاگیرداروں) کی بالادستی قائم کی۔ آج دنیا میں جس قدر فحاشی و عریانی فروغ پا رہی ہے اور جتنا بھی فتنہ و فساد برپا ہے سب اسی نظام جمہوریت کرشمہ سازی ہے۔

پاکستان میں ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں مذہبی جماعتوں کی کھلی شکست اسی مشرکانہ نظام جمہوریت کو قبول کرنے کا نتیجہ ہے۔ یہ شکست اسلام کی نہیں ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اس نظام کے ذریعہ اسلام کے اقتدار کے احمقانہ خواب دیکھے اور لوگوں کو دکھائے۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے وہ علماء اور مذہبی راہنما اللہ کے ہاں اظہار ندامت کریں اور اسکے عطا کردہ سچے اور پاکیزہ عادلانہ نظام دعوت و تبلیغ اور جہاد کے راستہ کو اختیار کریں۔ ان کی ذمہ داری امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اسلام کے نفاذ کا راستہ جمہوریت نہیں جہاد ہے اور صرف جہاد ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ اسلام ہمیں جو نظام حیات دیتا ہے اس میں ایک دوسرے کے لئے عزت و احترام ہے۔ جبکہ جمہوریت تمام باطل نظریات و افکار، فحاشی، عریانی، قتل و غارت گری، ناانصافی اور عوام کے حقوق غصب کرنے کو فروغ دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

کاش ----! ہمارے ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور راہنما خالصتاً دینی بنیادوں پر متحد ہو جائیں۔

انہوں نے فرمایا کہ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ پوری مسلم دنیا پر یہود و نصاریٰ کے ڈھائے جانے والے مظالم کا بنظر غائر مشاہدہ کیا جائے۔ اور ان کے مقاصد کو سمجھا جائے۔ دنیا کی معیشت پر یہود نے قبضہ جمایا ہوا ہے۔ اور نظام سیاست پر نصاریٰ کا قبضہ ہے۔ بوسنیا، فلسطین، ازبکستان، تاجکستان، افغانستان کشمیر۔ صومالیہ مصر و الجزائر، عراق و سوڈان لیبیا، پاکستان کے بارے میں امریکہ اور یورپ کے عزائم بالکل عیاں ہیں امریکہ آج پوری دنیا کی کفریہ طاقتوں، تمام اسلام و مسلمان دشمن قوتوں اور تحریکوں کا سرپرست بنا ہوا ہے ان حالات میں تمام دینی قوتوں کی ذمہ

بقیہ ص ۵۳ پر

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

سید محمد ذوالکفل بخاری۔

شاہ جی کے علمی و تقریری جواہر پارے

مولف: اعجاز احمد خاں سنگھانوی۔ ناشر: کتب خانہ انور شاہ، ۶۸۲ / بی۔ حضرت عثمان غنی روڈ، کورنگی ٹاؤن شپ۔ کراچی ۳۱۔ ضخامت: ۳۶۸ صفحات۔ قیمت: درج نہیں۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری پر ہونے والا تحریری کام واقعتہً محدود اور قلیل ہے۔ اسباب خواہ کچھ بھی رہے ہوں لیکن یہ حقیقت بہر حال اپنی جگہ موجود ہے۔ حضرت شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد مختلف حضرات نے حضرت کے حالات، تقریری اقتباسات اور بعض تبرکات و نوادرات کی اشاعت کا اہتمام کیا تھا۔ انہی ایام میں جناب اعجاز احمد خاں سنگھانوی زیدمجدہ کی یہ تالیف منظر عام آئی۔ ماننا چاہیئے کہ مواد اور ترتیب کے لحاظ سے یہ اپنی نوعیت کی ایک کامیاب کاوش تھی۔ اور اس سے مؤلف کے ذوق سلیم اور خوش سلیقگی کا پتا بھی ملتا تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک لمبے عرصے کیلئے یہ کتاب نایاب ہو گئی۔ اب اس کی تیسری اشاعت سامنے آئی ہے تو بالکل ایک نئے انداز میں! بہت سے مفید اضافوں، ترامیم اور اصلاحات نے گویا کتاب کی افادیت کو دوچند کر دیا ہے۔ طباعت و تزئین کی طرف بھی توجہ دی گئی ہے کتاب کی موجودہ ضخامت تین سو اڑسٹھ صفحات کی ہے جو کہ ابتدائی اشاعت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ حضرت شاہ جی کے اساتذہ کرام اور مشائخ طریقت کے تعارف کیلئے مختص ابواب، یقیناً خاصے کی چیز ہیں۔ اسی طرح شاہ جی کے علمی جواہر پارے، تقریری اقتباسات، بہت سے اہم واقعات اور سوانحی تفصیلات، شاہ جی کا منظوم کلام اور غازی علم دین شہید، صاحبزادہ فیض الحسن اور مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی پر مختصر تحریریں ----- سب چیزیں "اپنی اپنی جگہ اہم ہیں۔" شاہ جی کی اولاد" کے عنوان سے جو مواد شامل کتاب ہے وہ پہلے ایڈیشن سے جوں کا توں نقل کر دیا گیا ہے۔ مناسب تھا کہ اس میں ضروری تصحیح اور تبدیلی کر دی جاتی۔ مجموعی طور پر کتاب اور اس کی تازہ طباعت و اشاعت کا یہ اہتمام بہر حال لائق صد ستائش ہے۔

قادیانی مسئلہ اور لاہوری گروپ کی حیثیت (انگریزی)

مؤلف: ڈاکٹر محمود احمد غازی۔ ناشر: اسلامک بک فاؤنڈیشن، فیصل مسجد، پوسٹ بکس ۱۴۵۳، اسلام آباد۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ ضخامت۔ ۱۰۴ صفحات۔ کتابت طباعت: عمدہ

جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں الدعوۃ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل ہیں۔ عالم بھی ہیں اور فاضل بھی! بولتے خوب ہیں اور لکھتے بہت خوب! انگریزی میں لکھی گئی کتاب بھی ان کے علم و فضل پر دال ہے۔ قادیانیت، اس کے اعضاء و جوارح، اس کے برگ و بار اور اس کی سیاسی رشیہ دوانیوں کو خوب خوب بے نقاب کیا گیا ہے۔ اسی طرح قادیانیوں کے لاہوری گروپ کی بے سروپا مذہبی موشگافیوں اور مزعومات کا بھرپور تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس عنوان پر فاضل مؤلف نے حضرت مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی مدظلہ، کی تحقیق سے استفادہ کیا ہے اور کھلے طور پر اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ مختصر حجم اور ضخامت میں، یہ کتاب ردِ قادیانیت کے ضمن میں انگریزی میں لکھی گئی کتابوں میں نمایاں بلکہ نمائندہ حیثیت کی حامل ہے۔

مکہ سے کربلا تک

مولف: محمد الفاروقی النعمانی۔ ناشر: مرکز تحقیق حزب الاسلام، لاہور۔ قیمت: ۱۵ روپے

یہ کتاب بنیادی طور پر ایک ہی مقالے پر مبنی ہے جس میں کئی ضمنی مقالے اور ضمیمے شامل و داخل ہیں۔ مقالہ نگار نے واقعہ کربلا کے حوالے سے بڑی پرمغز گفتگو کی ہے۔ کربلا کو افسانوی اور داستانوی ادب کا حصہ بنانے کی کوششوں کو انکے اصل پس منظر اور تناظر میں دیکھنے، جاننے اور سمجھنے کے بعد مقالہ نگار نے جو اسلوبِ نگارش اختیار کیا ہے وہ حد درجہ معروضی ہے۔ یعنی ہر بات بادلیل اور ہر دلیل باحوالہ ہے۔ مؤلف نے بجا طور پر اسے "اپنے موضوع کا پہلا مقالہ" قرار دیا ہے۔ یقیناً لائق مطالعہ ہے۔

ماہنامہ "البنوریہ" کراچی

مدیر اعلیٰ: مفتی محمد نعیم صاحب۔ ضخامت: ۷۲ صفحات۔ قیمت ۱۰ روپے فی پرچہ (۱۰۰ روپے سالانہ) پتا: جامعہ بنوریہ۔ سائٹ ایریا۔ کراچی ۱۶

ماہنامہ "البنوریہ" کی پہلی جلد کا چھٹا شمارہ اس وقت پیش نظر ہے۔ یہ جمادی الاخری (۱۴۱۴)، نومبر دسمبر (۹۳ء) کا شمارہ ہے۔ اس ماہنامے کے گزشتہ شمارے دیکھ کر اور یہ تازہ شمارہ دیکھ کر خصوصاً، تازگی اور فرحت کا ایک خاص احساس ہوتا ہے جبکہ دینی جرائد میں عموماً یہی عنصر کمیاب ہوتا جا رہا ہے۔ ماحول اور وقت کی ضرورتوں اور تقاضوں سے بے خبری یا بے نیازی کی دونوں ہی صورتیں، دین کے ہر مبلغ و مناد کے لئے بہت نقصان دہ ہیں۔ تجربہ اس پر شاہد ہے۔

"البنوریہ" کے زیر نظر شمارے میں مسئلہ کشمیر، بے نظیر حکومت، اکبر بگٹی اور اردو، کالادھن، شیخ مجیب اور بنگلہ بندھو، مفتی محمود کا آخری خطاب (باطل سے صلح نہیں کر سکتے)، ننگ دیں ننگ وطن (منشی رجب علی..... بہادر

شاہ ظفر کی آستین کا سانپ)، آفتاب و ماہتاب (حضرت مدنی اور حضرت تھانوی کا باہمی تعلق) اور اسلام او
جمہوریت (فتویٰ) کے زیر عنوان متنوع اور وقیع تحریریں شامل ہیں۔ مجلہ کی موجودہ اشاعت ہر اعتبار سے معیار
ہے۔ اللہ کرے یہ معیار برقرار رہے (آمین)!

بقیہ از صفحہ ۵۰

داریاں کیا ہیں۔ ہمیں جمہوریت کے دام تزویر سے بیک جنبش دامن چھڑا لینا چاہیئے۔ اور پاکستان کو صحیح معنی میں اسلامی ریاست بنانے کیلئے پرجوش و پرعزم اور باخبر ہو کر جدوجہد شروع کر دینی چاہیئے۔

یہی راستہ ہمیشہ کی کامیابی و سرخروئی والا راستہ ہے اللہ پاک ہمیں اور تمام دینی قوتوں کو احکام اور اسوۂ رسو خاتم و معصوم اور ان کے پروردہ اصحاب و ازواج کے رستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

صادق آباد

دینی جماعتوں کی ذلّت و رُسوائی کافرانہ جمہُوریت قبُول کرنے کا نتیجہ ہے۔ جمہُوریت کے ذریعے نفاذِ اسلام ناممکن ہے۔

سیّد عطاء المحسن بخاری

صادق آباد (جناب محمد رمضان) ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاری ضلع رحیم یار خان کے ایک ہفتہ کے دورے پر تشریف لائے تو انہوں نے مختلف مقامات پر بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب کیا اور مختلف وفود سے ملاقاتیں کیں۔ وہ صادق آباد تشریف لائے تو انہوں نے بعد نماز عشاء مرکزی جامع مسجد مطہر فرید کالونی میں علماء کرام اور عوام الناس کے ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت پورے عالم اسلام بالخصوص پاکستان میں جو اسلام پسند قوتوں کو ذلت و رسوائی کا سامنا ہے یہ کافرانہ نظام سیاست میں دینی جماعتوں کے اشتراک کا رد عمل ہے کیونکہ اسلام اور کافرانہ نظام جمہوریت اکٹھے نہیں چل سکتے۔ بلکہ کافرانہ نظام کے ذریعہ جاگیر دار، سرمایہ دار اور لادین لوگ ہی برسراقتدار آکر دینی قوتوں کو پاش پاش کرتے آئے ہیں انہوں نے واضح الفاظ میں کہا کہ ہمیں پہلے سے بھی زیادہ پختہ یقین ہے کہ جمہوریت کے ذریعے اس ملک میں اسلامی قانون نہیں آسکتا اور نہ ہی مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا نفاذ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ملک میں اسلامی قانون کا نفاذ کرنا ہے تو پھر خلفاء راشدینؓ کا طریقہ اپنانا ہوگا۔ انہوں نے ملک میں فحاشی عریانی بے حیائی اور مہنگائی پر بھی گہری تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے علماء کرام سے خصوصی طور پر اپیل کی کہ وہ ملک میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیوں کے پیش نظر اپنے آپ کو منظم کریں۔ سندھ میں، تھرپارکر کے علاقہ میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں ملک و قوم کے لئے بے حد خطرناک ثابت ہوں گی اس لئے حکومت کو چاہیئے کہ وہ ان کے خلاف نوٹس لے۔

دوسرے دن مولانا نے جامع مسجد شہزاد کالونی میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے کہا کہ اللہ کی زمین پر جب تک اللہ کا قانون نافذ نہیں ہوگا اس ملک میں امن و امان قائم نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں واشگاف الفاظ میں کہا کہ اس ملک میں افراتفری بے حیائی بے غیرتی ڈاکہ زنی اور قتل و غارت گری میں اکثر لادین سیاست دانوں کا ہاتھ ہے کیونکہ یہ لوگ شروع دن سے ہی اقتدار کے لئے ہر چیز کو ختم کرنے کے در پے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ برطانیہ اور امریکہ کے ہی گن گاتے ہیں اور انہی کی خوشامد میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ آخر میں مولانا سید عطاء المحسن شاہ صاحب نے ایک قرارداد کے ذریعہ ڈش انٹینا کے ذریعہ مرزا طاہر کے پروگرام نشر کرنے پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا اور دعا کی کہ اللہ اس ملک کو عورت کی حکمرانی سے نجات دے۔

بشکریہ "لولاک" فیصل آباد

الاشرف کا نصاب ونظامِ تعلیم نمبر

- کیا درسِ نظامی میں کسی قسم کی تبدیلی وقت کی ضرورت ہے؟
- قرآن وحدیث اور فقہ وفنون کی تعلیم کے ساتھ عصری علوم وفنون کی تعلیم کہاں تک ضروری ہے؟
- اسکول کالج اور دینی مدارس کے نصاب اور نظامِ تعلیم میں کیا خوبیاں اور کیا کمزوریاں ہیں؟
- سالہاسال کی تعلیم اور بے پناہ اخراجات کے باوجود متوقع نتائج کیوں حاصل نہیں ہورہے؟

اِن اور ان جیسے دیگر سوالات کے تفصیلی جوابات کے لیے الاشرف کے "نصاب ونظامِ تعلیم نمبر" کا مطالعہ کیجیے۔

- معرکۃ الآراء مضامین، مشاہیر کے افکار اور معروف اہلِ قلم کے حاصلِ مطالعہ کو اپنے جلو میں لیے ہوئے یہ یادگار نمبر انشاء اللہ رمضان کے آخر میں منظرِ عام پر آرہا ہے۔ ضخامت معمول سے زیادہ۔ قیمت بیس روپے۔ اپنی کاپی آج ہی بک کرالیجیے۔

نوٹ: دلچسپی رکھنے والے ہر صاحبِ علم اور قلمکار سے مندرجہ بالا موضوع پر لکھنے کی درخواست ہے۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

ادارہ جریدہ الاشرف، الاحمد مینشن، ۱۳ بی، گلشنِ اقبال، کراچی۔ فیکس ۴۷۱۱۸۰

تحریکِ آزادی کے نامور رہنما اور صاحبِ طرز ادیب مفکرِ احرار چودھری افضل حق کی خودنوشت سوانح

میرا افسانہ

قیمت ۱۱۰/= روپے

رعایتی قیمت ۹۰/= روپے
ڈاک خرچ ۱۰/= روپے

چالیس برس بعد دوبارہ شائع ہوگئی ہے!

- میرا افسانہ - ایک عہد اور ایک زمانے کی سوانح - آزادی کے مجاہدوں کا تذکرہ
- کمپیوٹر کتابت - اعلیٰ طباعت - خوبصورت جلد - صفحات ۲۰۸ قیمت ۱۱۰ روپے

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَلِیٍّ۔ رضی اللہ عنہ ۔ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من سب الانبیاء ؟ قتل ۔! ومن سب اصحابی ؟ جلد ۔!

جو شخص انبیاء علیہم السلام کو بُرا کہے ؟ اُس کو قتل کر دیا جائے ! اور جو شخص میرے صحابہ کو گالی بکے ۔ ؟ اُس کی دُرّوں سے پٹائی کی جائے ۔!

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر

مصنف : مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی ۔ مقدمہ : مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

- واقعہ کربلا سے متعلق افسانوی کہانیوں کی اصل حقیقت
- تاریخ میں دجل و تلبیس کے حیرت انگیز واقعات
- اصحابؓ بنوامیہ سے بغض و حسد کے اسباب ۔
- تاریخ و سیرت سے دلچسپی رکھنے والے ہر باذوق قاری کے لئے انتہائی اہم کتاب

قیمت ٦٠ روپے

راوی پبلشرز ، الفضل مارکیٹ ، اُردو بازار ، لاہور ۔

بُخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم ، مہربان کالونی ملتان

فدائے احرار ، عظیم مجاہد آزادی

مولانا محمد گُل شیر شہید

مؤلف محمد عمر فاروق : قیمت ۱۵۰/ روپے

صاحب طرز ادیب ، مفکر احرار

چودھری افضل حق رحمہ اللہ کی نایاب اور اہم کتاب

"شعور"

قیمت ـــ ۳۵ روپے

پاکستان کا سب سے زیادہ فروخت ہونے والا
جوہر جوشاندہ
فلو، نزلہ، زکام اور گلے کی خراش کا مؤثر علاج
صدیوں سے آزمودہ جوشاندہ
اب فوری حل ہونے والے انسٹنٹ
جوہر جوشاندہ کی شکل میں۔
ترکیب استعمال: ایک کپ گرم
پانی یا چائے میں ایک پیکٹ
جوہر جوشاندہ ملائیں
اور جوشاندہ تیار۔
دن میں دو یا تین پیکٹ
جوہر جوشاندہ
استعمال کریں۔
JOHAR
JOSHANDA
FOR FLU, COUGH, COLD,
FEVER AND SORE THROAT
INSTANT
JOSHANDA
تحقیق کی روایت
معیار کی ضمانت
آسان استعمال
مؤثر علاج

Interflow

آیئے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے، مسلمان توجہ فرمائیں

— مجلسِ احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوّت** ہے۔

— پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمّتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمّتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے:

- مدرسہ معمورہ — دار بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان۔ فون نمبر: ۵۱۱۹۶۱
- مدرسہ معمورہ — مسجد نور، تغلق روڈ ملتان —
- بُستانِ عائشہ (برائے طالبات) ● سادات اکیڈمی (برائے طلباء)، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
- مدرسہ محمودیہ معمورہ — ناگڑیاں ضلع گجرات —
- مدرسہ ختمِ نبوّت — مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ۔ فون نمبر: ۸۸۶ —
- مدرسہ ختمِ نبوّت — سرگودھا روڈ ربوہ —
- دارالعلوم ختمِ نبوّت — چیچہ وطنی۔ فون نمبر: ۲۱۱۲-۲۹۵۳ —
- احرار ختمِ نبوّت سینٹر — چیچہ وطنی —
- مدرسہ ابوبکر صدیق — تلہ گنگ ضلع چکوال —
- مدرسۃ العلوم الاسلامیہ ● مدرسۃ البنات۔ گڑھا موڑ۔ فون: ۱۳
- مدرسہ ختمِ نبوّت — نواں چوک گڑھا موڑ —
- مدرسہ ختمِ نبوّت — صادق آباد، ضلع رحیم یار خان۔ —
- مدرسہ احرارِ اسلام — بستی شام دین، قائم پور —
- مدرسہ احرارِ اسلام — بستی گودڑی، حاصل پور —

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیرِ نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلّغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت — اس منصوبے کی تکمیل پر تقریباً تیس لاکھ روپے خرچ ہوں گے، یہ تمام کام اُمّتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعاون سے ہوگا۔ جو آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعاء ہم کرینگے اور اجر اللہ پاک دینگے — آئیے، آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

سیّد عطاء المحسن بخاری
دارِ بنی ہاشم ○ مہربان کالونی ○ ملتان
ترسیلِ زر کے لئے: اکاؤنٹ نمبر: ۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان۔

MONTHLY PH : 511961

NAQEEB - E - KHATM - E - NUBUWWAT

Regd No. L - 8755 MULTAN

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

جامع مسجد ختمِ نبوّت

دارِ بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیرِ اہتمام: تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

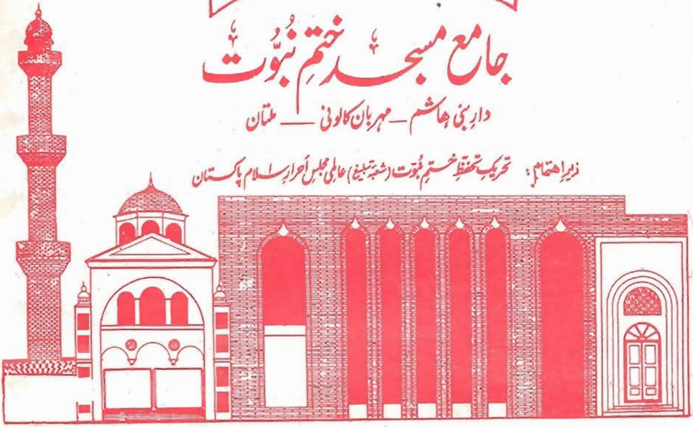

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر اور فرش کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔ اِس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔